المنبر

لائل پور

عبدالرحیم اشرف

فرضِ منصبی

غفلت میں چاہے انسان کتنا ہی اپنے ماحول سے غافل ہو جائے اور اپنی ذات کو کتنی ہی اہمیت دے دے وہ جب بھی فہم و شعور سے کام لے گا اور ذمہ داری کا احساس اس میں ابھرے گا اسی لمحے وہ یہ محسوس کرے گا کہ اس کا یہ طرزِ عمل غلط ہے اور وہ مجبور ہو گا کہ ماحول سے بے نیازی کو خیرباد کہہ دے اور اپنی ذات کو معاشرے پر اہمیت دینے کے بجائے معاشرے کو اہمیت دے اور اس کے مسائل کو اپنے مسائل پر مقدم رکھے۔

ایسا کیوں؟ اس لئے کہ ایک فرد تنہا کچھ بھی نہیں، فرض کیجئے آپ دینی اعتبار سے انتہائی طور پر پابند شریعت ہیں، آپ فرائض ہی نہیں نوافل کا اہتمام بھی بصد شوق کرتے ہیں، حرام سے اجتناب آپ کے ایمان و ذہن دونوں کا تقاضا ہے اور آپ اس میں کامیاب بھی ہیں لیکن آپ کا گھر، آپ کے اہل محلہ، آپ کے وارڈ کے باشندے، آپ کے شہری ساتھی اور آپ کے ملک کے باشندے اور وہاں کی حکومت یا ان سب کا یا ان کی اکثریت کا رخ شریعت کے بجائے مغربی زندگی کی جانب ہے، ان کے ہاں ترکِ صلوٰۃ معمول ہے، وہ ریڈیو سے فحش گانے سننے کے عادی ہیں، ان کی معیشت استوار ہے سود، سٹہ بازی، دھوکے فریب، ملاوٹ اور بلیک پر، ان کی نسلیں پروان چڑھ رہی ہیں، عیاشی، فحاشی، عریانی اور اس تہذیب کو اپناتے ہوئے جس میں خدا تعالیٰ کا تصور، تاریخ دین سے بیزاری اور اہل دین کی تضحیک شامل ہے، اس ماحول میں آپ اپنی دین داری کو کس طرح باقی رکھ سکتے ہیں، اپنی نئی پود کو اسلام سے وابستہ رکھنے کی جدوجہد میں کس طرح کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور اپنی معیشت کو حرام کی آمیزش سے پاک رکھنے میں کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں؟ اگر خدا نخواستہ آپ کے ملک کا قانون، اسلامی شریعت کے خلاف ہے تو آپ کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ دنیوی اعتبار سے خود سے بہتر زندگی گذاریں اور آپ شریعت اسلامیہ کے پابند بھی رہیں، آپ کو کہیں نہ کہیں دامن شریعت کو ہاتھ سے چھوڑنا ہی ہو گا۔

بنا بریں اگر آپ اپنی دین داری کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں، اپنے گھر والوں کو شریعت کا پابند دیکھنے کے آرزومند ہیں تو ناگزیر ہے کہ آپ جہاں اپنی ذات کی اصلاح کی جانب ہر لحظہ متوجہ ہوں جہاں آپ اپنے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں اور جہاں آپ خود حرام سے بچنے اور حلال حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف رہیں وہاں آپ پورے انہماک کے ساتھ اپنے اہل محلہ، اپنے شہر والوں، اپنے ملک کے عام باشندوں، اپنے ملک کی حکومت کے ارکان و اعیان اور آخرکار اس پوری دنیا میں بسنے والوں انسانوں کی ہدایت، انہیں خدا کو ماننے اور انہیں اسلام کے تسلیم کرنے والے اور اسلامی شریعت کے وفادار بنانے کی جدوجہد میں کماحقہٗ مصروف رہیں اور اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔

یہ ہے وہ مقصد جو دین حق نے آپ کے لئے ضروری قرار دیا ہے اور جس کی تکمیل کو اسلام خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وفاداری کی قطعی شرط قرار دیتا ہے۔

کیا ہم آپ اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور کیا ہم اپنی ذات کی اصلاح و بہبود کے ساتھ ساتھ خلق خدا کی اصلاح و بہبود کو روٹی کمانے کے دھندوں سے مقدم رکھتے اور اپنی مادی خواہشات کی تکمیل کے لئے کوشش سے زیادہ اہمیت دیتے ہوئے راستے پر گامزن ہیں؟

اگر ایسا ہے تو خوش ہو جائیے کہ آپ نے صراط مستقیم پر سفر شروع کر رکھا ہے اور بشرط اخلاص آپ اپنے رب کے حضور سرخرو ہوں گے!

★

اس اشاعت میں

لکھنے والے

- ★ مولانا عبدالغفار حسن
- ★ حمید الدین خان
- ★ یوسف المعظم

وحید الدین خاں

جمعہ — غرض و غایت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

ہر ہفتہ جمعہ کے روز ہم مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ جمعہ کی حقیقت کیا ہے اس کو سمجھنے کے لئے سورۂ جمعہ کی آخری آیتوں پر غور کرنا چاہئے جو ابھی اوپر درج کی گئیں — ارشاد ہوا ہے:

"اے ایمان والو! جب جمعہ کی نماز کے لئے پکارا جائے تو خدا کے ذکر کے لئے دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ پھر جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور خدا کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو خوب یاد کرو۔ تاکہ تم کامیاب ہو۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے تین خاص پہلو ہیں۔ اول نماز، دوسرے اجتماعی ذکر، تیسرے معاش اور دین کے درمیان صحیح تعلق کو بتانا۔

جمعہ کا لفظ "جمع" سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں اکٹھا کرنا۔ چونکہ اس دن کسی بستی کے تمام مسلمان اپنی مرکزی عبادت گاہ میں جمع ہوتے ہیں اس لئے اس کا نام جمعہ پڑ گیا۔ یہ ہفتہ کی اجتماعی عبادت کا دن ہے۔ اسی قسم کی عبادت پچھلی امتوں پر بھی فرض کی گئی تھی چنانچہ یہودیوں کے لئے سنیچر کا دن اور عیسائیوں کے لئے اتوار کا دن مقرر تھا۔ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کی خاطر جمعہ کا دن مقرر فرمایا۔ اسی نسبت سے اس دن کا نام جمعہ پڑ گیا۔ قدیم عرب میں اس دن کا نام عروبہ تھا۔

جمعہ کے دن کی پہلی حیثیت یہ ہے کہ وہ ندائے الٰہی کا دن ہے۔ اس دن اللہ کے تمام بندے خدا کی طرف بلائے جاتے ہیں۔ اس دن مؤذن بلند مقام پر کھڑے ہو کر آواز دیتا ہے کہ وہ تمام لوگ جو خدائے واحد پر ایمان رکھتے ہیں وہ سب ایک جگہ اکٹھا ہو جائیں۔ اس دن کسی اسلامی بستی کے اندر اللہ تعالیٰ جو منظر دیکھنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہن رہے ہیں اور ہر طرف تیاری کی ایک فضا ہے۔ یہاں تک کہ مؤذن پکار اٹھتا ہے — "آؤ فلاح کی طرف" اور جو لوگ پہلے سے اس ساعت کا انتظار کر رہے تھے فوراً سب کام چھوڑ کر مقام اجتماع (مسجد) کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی روانگی میں ایک خاص طرح کی تیزی اور سرگرمی ہے۔ جو کسی خصوصی مہم پر روانہ ہوتے وقت لوگوں میں ہوتی ہے۔ پورب، پچھم، اتر، دکھن ہر سمت سے نکل کر لوگ جوق در جوق ایک مرکزی مقام کی طرف چلے جا رہے ہیں۔

یہ جمعہ کے دن کا پہلا منظر ہے جو اس بات کا اظہار ہے کہ خدا کے بندے خدا کی پکار پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ پورے اہتمام اور سرگرمی کے ساتھ اس کی پکار پر دوڑ پڑنے والے ہیں۔ وہ گویا ہمہ تن اسی انتظار میں ہیں کہ کب ان کا رب انہیں پکارے اور وہ اپنے رب کی طرف پروانہ وار اپنا سفر شروع کر دیں۔

جمعہ کے دن کا دوسرا اہم پہلو اجتماعی عبادت ہے۔ اس کے لئے یہاں دو لفظ استعمال کئے گئے ہیں۔ ذکر اور صلوٰۃ۔ علماء نے لکھا ہے کہ ذکر سے مراد خطبہ ہے اور صلوٰۃ سے مراد دو رکعت نماز ہے جو جمعہ کے روز اجتماعی طور پر ادا کی جاتی ہے۔

خطبہ کے لئے ذکر کا لفظ استعمال کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ خطبہ کا مطلب کیا ہے۔ ذکر کے معنی ہیں یاد کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ ایک ہفتہ وار یاد دہانی ہے جس میں بستی کا امام مسلمانوں کو ان کے دینی فرائض یاد دلاتا ہے۔ انہیں زندگی کے انجام سے ہوشیار کرتا ہے۔ ان کے ذہن میں مختلف طریقوں سے اس بات کو تازہ کرتا ہے کہ دنیا میں ہر کر خدا کے حضور جانا ہے۔ اس لئے موجودہ زندگی میں اس کی تیاری کرنی چاہئے اور اس معاملہ میں ذرا بھی غفلت نہیں برتنی چاہئے۔

خطبۂ جمعہ کے ذریعہ یہ ہفتہ وار یاد دہانی اگر مسلمانوں کے اندر صحیح طور پر زندہ ہو تو وہ اتنی مؤثر چیز ہے کہ مسلمانوں کو کبھی دینی زوال میں مبتلا نہیں ہونے دے سکتی۔ اگر کہنے والا صحیح ڈھنگ سے کہے اور سننے والے صحیح ذہن کے ساتھ اس کو سنیں تو خطبۂ جمعہ لوگوں کو ان کی غلطیوں پر متنبہ کرے گا۔ ان کے دلوں کے زنگ کو دور کرے گا۔ ان کے بھٹکے ہوئے قدم کو صحیح سمت میں موڑ دے گا۔ زندگی کی سرگرمیوں میں ان کا ایسا رہنما بن جائے گا جس سے وہ اپنے راستہ کی روشنی حاصل کریں ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہر مسلمان کو وہ غذا ملے جو دین کی راہ میں ان کے لئے طاقت و قوت کا ذریعہ بن جائے۔

یہی وجہ ہے کہ حدیث میں جمعہ چھوڑنے والوں کے لئے سخت وعید آئی ہے فرمایا "لوگوں کو یہ روش چھوڑنی پڑے گی کہ وہ جمعہ میں نہ آئیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کر دیگا۔ پھر وہ غافل ہو کر رہ جائیں گے۔"

جمعہ کا تیسرا کام مسلمانوں کو یہ تربیت دینا ہے کہ وہ دین اور معاش کے درمیان صحیح تعلق کو سمجھیں اور روزی کمانے میں اس طرح مصروف ہوں جس سے ان کے دین میں کچھ خلل نہ آنے پائے۔

اس سلسلے میں پہلی ہدایت یہ دی گئی کہ جب کبھی ایسا موقع آئے کہ ایک طرف ہمارا معاشی کاروبار ہو اور دوسری طرف ذکر الٰہی کی پکار ہو تو ہم خرید و فروخت کو چھوڑ دیں اور ذکر الٰہی کی طرف دوڑ پڑیں (فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ) گویا ہم معاشی دھندوں میں اسی وقت تک لگے رہیں جب تک خدا کی کوئی بات ہماری سرگرمیوں سے ٹکرا نہ رہی ہو۔ جب بھی دونوں میں ٹکراؤ پیدا ہو تو ہمیں خدا کو لینا چاہئے نہ کہ معاش کے تقاضوں کو۔

ہماری معاشی زندگی کے لئے دوسرا اصول جو ان آیتوں میں ملتا ہے وہ یہ ہے کہ جب ہم رزق کے حصول میں مشغول ہوں تو ایسا نہ ہو کہ بس وہی ہمارا سب کچھ بن گیا ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ ہم خدا کو خوب یاد کرتے رہیں (وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا) ہمارے دل و دماغ میں خدا بسا ہوا ہو اور ہماری زبان سے بار بار ایسے کلمات نکل رہے ہوں جو یہ بتلاتے ہوں کہ ظاہری طور پر اگرچہ ہم معاشی دھندے میں مشغول ہیں مگر ہمارا دل ہر آن خدا کی طرف لگا ہوا ہے۔

ہماری معاشی زندگی کا تیسرا اہم اصول وہ ہے جو آخری آیت میں بتایا گیا ہے یعنی ہماری معاشی کامیابیاں یا ناکامیاں ہماری دینی زندگی کے لئے معاش کی اہمیت کہیں ہم کو اس دھوکے میں نہ ڈالے کہ یہی سب سے بڑی چیز ہے یا یہی ہماری زندگی کا اصل مقصود ہے بلکہ جو کچھ خدا کے پاس ہے اسی کو ہم سب سے بڑی چیز سمجھتے ہوں (مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ) نہ معاشی ناکامی ہم کو اس احساس میں مبتلا کرے کہ ہم تو بالکل لٹ گئے اور نہ معاشی کامیابی ہمارے اندر غرور پیدا کرے کہ ہمیں جو کچھ پانا تھا وہ ہم نے پا لیا بلکہ ہر حال میں ہم خدا کی رحمت اور اس کے اخروی انعام ہی کو اصل اور سب سے بڑی چیز سمجھتے ہوں۔

یہ تین اصول ہیں جو ہماری معاشی زندگی کو مسلمان بنانے کے لئے ضروری ہیں۔ اگر یہ تین باتیں ہماری زندگی میں شامل نہ ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خود تو مسلمان ہیں مگر ہماری معاشی زندگی مسلمان نہیں ہے۔

یہ ہے جمعہ کی نماز یہ تمام مسلمانوں کے لئے لازمی شرکت کا دن ہے اس دن جو مسجد میں نہ آیا وہ ان فوائد سے کے اتنے بڑے مواقع سے اپنے کو محروم کرتا ہے کہ اس سے آدمی کے دل پر مہر لگ سکتی ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے دین سے غافل ہو سکتا ہے جس کا آخری انجام جہنم ہے۔ اللہ ہم سب کو اس سے بچائے صحیح جمعہ وہ ہے کہ جب آپ اس سے فارغ ہو کر نکلیں تو آپ کو دل اس احساس سے سرشار ہو کر خدا نے جب آپ کو پکارا ۔۔۔

(بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

> مسلمان گویا ہمہ تن اس انتظار میں ہوتا ہے کہ کب اس کا رب پکارے اور وہ اپنے رب کی پکار کی طرف پروانہ وار دوڑ پڑے۔

> جمعہ — یہ بتاتا ہے کہ دین اور معاش کے درمیان صحیح تعلق کیا ہے۔

ہفت روزہ
المنبر
لائلپور

جلد ـــــ ۱۳
شمارہ ـــــ ۱۰

۳۰ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ
۲۶ جولائی ۱۹۶۸ء

مفتی زین العابدین صاحب کی حمائت کیوں اور ......

اس ہفتے متعدد احباب نے ہمیں مختلف ذرائع سے اس جانب توجہ دلائی ہے کہ ...... صاحب ...... صاحب ...... صاحب اس بات پر شدید خفگی اور غصہ کا اظہار کر رہے ہیں کہ آج سے چند ماہ قبل مولانا مفتی سیاح الدین صاحب کاکاخیل، مولانا حافظ عبدالمجید صاحب اور ادارہ اشاعت العلوم کے خلاف اشتہار بازی کا ایک سلسلہ شروع ہوا تھا لیکن المنبر کا مدیر اس پر ٹس سے مس نہیں ہوا تھا لیکن اب جو مولانا مفتی زین العابدین صاحب کے خلاف ایک ہی اشتہار شائع ہوا ہے تو مدیر المنبر جوش میں آگیا ہے اور اس نے زور دار طریقے سے مفتی صاحب کا دفاع شروع کر دیا۔

اس سوال کے آخر میں لکھا گیا ہے کہ

اگر مدیر المنبر اس دعویٰ میں سچا ہے کہ وہ فرقہ واریت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تو اس نے یہ تفاوت کیوں روا رکھی؟ کیا صرف اس وجہ سے کہ مفتی سیاح الدین کا تعلق چونکہ جماعت اسلامی سے ہے اس لئے ان پر حملوں کے دفاع کا احساس مدیر المنبر کو نہیں ہوا ـــــ ہم اس سوال کا تہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں اور گذارش کرتے ہیں کہ ہمیں مولانا مفتی سیاح الدین، مولانا حافظ عبدالمجید صاحب اور اشاعت العلوم کے خلاف اشتہار بازی سے بھی شدید صدمہ ہوا تھا اور ہم نے اس کا تذکرہ متعدد احباب سے کیا بھی لیکن ہم نے اسے نہ ضروری خیال کیا اور نہ مفید کہ اس کا جواب المنبر میں دیا جائے بلکہ ہمیں یاد پڑتا ہے کہ ایک دن مفتی سیاح الدین صاحب سے فون پر گفتگو کے دوران اس راقم نے عرض کیا تھا کہ

آپ اور اشاعت العلوم کے خلاف جو اشتہارات اب تک شائع ہوئے ہیں ان کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ اس کا مثبت جواب [illegible] ہے اور یہ اشتہارات پکار پکار کر اپنے مصنفین اور شائع کنندوں کی جہالت کا ثبوت مہیا کر رہے ہیں اس لئے ان کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ انہیں منہ نہ لگایا جائے اور انہیں در خور اعتنا نہ سمجھا جائے یہ اپنی موت آپ ہی مر جائیں گے۔

اسی قسم کا تاثر ہم نے اشاعت العلوم کے مہتمم محترم حاجی عبدالسلام صاحب سے گفتگو کے دوران ظاہر کیا اور آج بھی ہمیں اس رائے کی اصابت پر اصرار ہے اور حالات بھی اسی کی توثیق کر رہے ہیں۔

ہم یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اشاعت العلوم کے خلاف اس اشتہار بازی کو ہم نے بڑی شدت سے محسوس کیا اور ہمیں اس پر دلی دکھ ہوا لیکن چونکہ ہماری رائے یہی تھی کہ یہ اشتہارات منہ لگانے کے قابل نہیں ہیں اس لئے ہم نے اس پر کچھ نہیں لکھا اور اگر ہماری یہ رائے نہ ہوتی تو ہم محترم مفتی سیاح الدین صاحب کے جماعت اسلامی کے شدید حامی ہونے کے باوجود بھی ان اشتہارات کا جواب دیتے اور پوری وضاحت سے دیتے ـــــ رہا یہ کہ مفتی صاحب محترم کا تعلق جماعت اسلامی سے ہے تو ہم باوجود مفتی صاحب کے موقف کو غلط سمجھتے ہیں اور وہ جس طرح جماعت اسلامی کے مذہبی شعبہ اتحاد العلماء کے افراط اور غلو سے کام لے رہے ہیں ہم اسے ان کی اپنی شخصیت اور ان کے دینی ادارہ کیلئے مفید نہیں سمجھتے اور ہماری تشویش ہے کہ اشاعت العلوم کو جماعت اسلامی کے افکار و نظریات کے چھپنے کا ذریعہ نہیں بننا چاہئے ـــــ لیکن اس رائے کے باوجود ہم اشاعت العلوم کی حفاظت، اس کی ترقی اور اس کی کامیابی کے متمنی ہیں اور ہم اس کا احترام کرتے ہیں کہ جو طرز عمل ماڈل ٹاؤن کی مسجد اس مسجد کے بانیوں بالخصوص ہمارے محترم بزرگ دوست ڈاکٹر غلام محمد صاحب اور بعض دوسرے مخلص احباب کے بارے میں مشتہرین نے اختیار کیا اور پھر جس طرح ان معزز ہستیوں کو مقصد بنا کر بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے ہم اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہمارے نزدیک اس سے ان ہی لوگوں کے وقار کو صدمہ پہنچتا ہے اور فتنہ پسندوں کے لئے شرارت کے مواقع فراہم ہوتے ہیں۔

یہ تو رائے تھی اس اشتہار بازی کے سلسلے میں لیکن اس کے بالکل برعکس مولانا مفتی زین العابدین صاحب کے خلاف اس ماہ جو نادر اشتہار کے متعلق ہماری رائے یہ ہے کہ اس کا مثبت جواب اور بات زیادہ ضروری اور مفید ہے اس کے مصنف نے نہ صرف یہ کہ مفتی صاحب پر الزامات لگائے ہیں بلکہ اس نے یہ کوشش کی ہے کہ حکومت ان کے خلاف اکسایا جائے ان کی پاکستان دوستی کو مشکوک ثابت کیا جائے اور انہیں کسی پاکستان دشمن قوت سے مالی استفادہ کرنے والے کی حیثیت سے مشکوک ثابت کیا جائے۔

پھر اس نے یہ شرارت بھی کی ہے کہ اس بے نام اشتہار کے ذریعہ خود دیوبندیوں کے باہمی افتراق و تشتت کی کوشش کی ہے اور ایک حد سے زیادہ شبہات پیدا کرنے کی سعی کی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس اشتہار کو زیادہ تر شہر کے متوسط طبقہ اور دیہات میں پھیلانے کی کوشش بھی کی گئی ہے ......

[illegible]

کلماتِ یوم

ختم نبوت اور اسکی حفاظت

دین کا خلاصہ اگر دو جملوں میں بیان کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ ہم اس بات کو کہ خدائے ذوالجلال کو وحدہ لا شریک اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مان جائے یہی مفہوم ہے کلمہ اسلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اور یہی مدعا ہے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا ـــــ جس طرح وہ شخص مت اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے جو وجود باری تعالیٰ کا منکر ہو یا جو اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرے چاہے وہ زرتشت، مسیح اور دوسرا کوئی شخص الوہیت میں شریک ٹھیک اسی طرح وہ شخص ملت سے خارج تصور کیا جائے گا جو اگرچہ محمد رسول اللہ کو تو مانتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں فلاں اور فلاں شریک ہے یا حضرت تو اصل ہیں اور فلاں شخص آپ کے ظل یا بروز یا فنافی الرسول کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ عقیدہ اور اس کی حفاظت ہر لحاظ سے ہر جہت سے اور ہر مسلمان کا ایک دینی فریضہ ہے جس سے عہدہ برآ ہونے میں کسی قسم کا تساہل ممکن نہیں۔

چٹان کی آزادی۔ ہدیہ تبریک

چٹان آزاد ہو گیا! اس کا جرم کیا تھا؟ اس جرم کی حیثیت کیا ہے؟ ہمارا نقطہ نظر اس بارے میں کیا ہے؟ ان سوالات کا مفصل جواب ہم اس دوران انہی صفحات میں پیش کر چکے ہیں۔ مسرت ہوتی اگر چٹان کے دوبارہ اجراء کی بحالی اس بنا پر ہوتی کہ اس نے کسی قانون کی خلاف ورزی نہیں کی ...... تاہم معزز معاصر آزاد ہو گیا ہم دل سے خیر مقدم کرتے ہیں اور اس آزمائش پر تہ دل سے ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں، ہماری دعا ہے کہ چٹان دین کی مخلصانہ خدمت کی توفیق زیادہ سے زیادہ پائے اور مدیر چٹان جلد از جلد آزاد ہوں۔ آمین ثم آمین

آہ ڈاکٹر تحسین

لائلپور کے نیک، مخیر، باہمت، مجلس زندگی سکھنے والے، اسلام سے محبت میں کسی کو خاطر میں نہ لانے والے ہمارے دوست، ڈاکٹر محمد حسین شاد تحسین اچانک دل کا دورہ پڑنے سے اپنے آقا کے حضور حاضر ہو گئے۔

اللہ رب العزت انہیں اپنی رحمتوں سے نوازیں ان کے اعزہ کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور ان کی سرپرستی فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

عبدالرحیم اشرف
۳۰ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

★

فرقہ کی شخصیت نہیں بلکہ ان کے ہم مسلک جنہیں ہم معتوب نہیں ان کا مسلک ہدف ہے اور اسی سلسلہ میں یہ مشتہر جامع مسجد کچہری بازار کو دیوبندیوں کے تصرف سے نکال کر اپنے فرقے کی تحویل میں لانے کے لئے مضطرب دکھائی دیتا ہے۔

جب ہم نے دیانتہً اس شرارت کو اس اشتہار کے پس منظر میں متصادم دیکھا تو ہم نے اپنا دینی فرض جانا کہ اس کا جواب دیا جائے اور حکام کو اس جانب متوجہ کیا جائے کہ اس نقاب پوش مشتہر نے پاکستان کے قانون کو پاؤں سے روند کر جو جسارت کی ہے۔ حکام کے منصب کا تقاضا ہے کہ وہ بلا تاخیر اس مشتہر کو دریافت کریں اور اسے کٹہرے میں کھڑا کر کے اس کے حدود تامت سے اہل ایمان شہر کو متعارف کرائیں جن کے کندھے پر رکھ کر اس نے یہ دونالی بندوق چلائی ہے۔

واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ مفتی سیاح الدین صاحب، حافظ عبد المجید صاحب اور اشاعت العلوم کے خلاف اشتہار بازی کے متعلق ہماری رائے درست تھی اور ہمیں اعتماد ہے کہ مفتی زین العابدین صاحب کے خلاف زیر بحث اشتہار کے متعلق بھی ہماری رائے درست ہے۔ اور ان دونوں کے متعلق اسی اختلاف رائے کے باعث ہمارا طرز عمل دونوں کے بارے میں مختلف ہے۔

ہم متوقع ہیں کہ اس وضاحت سے وہ غلط فہمی دور ہو گئی ہو گی جو بعض احباب کو لاحق ہوئی، رہا ہمارے خلاف غم و غصہ تو غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کے بعد ہم اپنی ہزار دن کوشش کے باوجود اس غم و غصہ کو اہمیت نہیں دیتے ہمارا مطمح نظر صرف یہ ہے کہ ہم جس بات کو حق سمجھیں کہیں، جسے غلط خیال کریں۔ حسب ضرورت اس سے اختلاف کریں۔

دینی حلقوں سے ایک بات

اس موقع پر ہم ایک بات دین سے تعلق رکھنے والے سبھی طبقات سے عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں جتنی جلدی وہ اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں اچھا ہے کہ یہ دور اہل دین کے زوال کا ہے۔ دین اپنی جگہ دائم قائم ہے، وہ زوال آشنا ہے لیکن اصحاب دین پر اضمحلال، انتشار، زوال اور بے مائیگی کئی ادوار آئے ہیں اور حالات کا رخ یہ بتلا رہا ہے کہ یہ دور بہت شدید اور بے شمار قسم کی پریشانیاں اہل دین کے لئے پیدا کر رہا ہے۔ چار سو دین بیزاری ہے، معروف کاری بے حد تیزی کے ساتھ الحاد اور اباحیت، بے حیائی اور فحاشی دینی قدروں کو پامال کر رہے ہیں۔ انحراف کی جانب بڑھتا چلا جا رہا ہے اور الحاد ایک ابھرتے ہوئے طوفان کی طرح تباہی مچاتا آگے بڑھ رہا ہے۔ خدا رسیدہ بزرگوں کی اولاد دین میں تحریف و ترمیم کرنے والے افراد کی صورت میں معروف کار ہیں۔ علمبرداران کتاب و سنت کے اختلافات منکرین سنت کے دست راست بنے ہوئے ہمارے سامنے ہیں، ہزاروں ایسے گھر ہیں جن میں نماز کا تصور تھا یہ معمول تھی۔ اب انہی کے نونہال سینما دیکھے بغیر گھر کا رخ نہیں کرتے کتنے ہی خانوادے ہیں جن کی نوامید

کے سر کے بال چشم فلک نے نہیں دیکھے تھے لیکن آج انہی کی نوخیز بچیاں اونچے ہوٹلوں میں مصروف رقص ہیں۔

دینی تعلیمات کے ادارے جان توڑ رہے ہیں گروہ بندی نے اہل دین کو باہم متصادم و متحارب احزاب میں تقسیم کر رکھا ہے اور بے شمار عناصر ہیں جو دین کو اس مملکت سے حرف غلط کی طرح مٹانے کے لئے اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کو بروئے کار لا رہے ہیں اور ہماری تعلیم گاہیں، دفاتر اور ادارے ان کے پھیلائے ہوئے الحاد کے نقیب بن چکے ہیں اور ہماری نئی نسل اس الحاد کو بطور دین کے قبول کر رہی ہے۔

ان حالات میں چھوٹی چھوٹی باتوں، ذاتی چپقلشوں، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے، زیادہ شہرت پانے اور اپنے حلقہ ارادت کو بڑھانے اور پھیلانے کے نقطہ نظر سے ایک دوسرے سے اظہار اختلاف میں تند و تیز باہمی منافرت پھیلانے، توہین و تذلیل کرنے کی تمام مساعی بظاہر تو دوسرے کے خلاف دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ خود اپنے خلاف اقدامات ہیں جن کا نتیجہ تمام اہل دین کی رسوائی کی صورت ہی میں رونما ہو سکتا ہے۔

حنفی ہوں یا اہلحدیث، دیوبندی ہوں یا بریلوی، ان سب کو یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ یہ اختلافات جب بھی دائرہ تحقیق سے متجاوز ہو کر اشتعال انگیزی، ایک دوسرے کی توہین و تذلیل، افترا پردازی اور الزام تراشی کی حدود کو چھو لیں گے تو اس کا نتیجہ لازماً اس صورت میں رونما ہو گا کہ جدید تعلیم یافتہ طبقات اور عوام دونوں نفس اسلام سے دور ہو جائیں گے اور وہ تمام ناگفتہ دین سے بیزاری کا اظہار کرنے لگیں گے۔

اور یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ اشتعال انگیزی اور مغالطہ دہی کا چکر جب چلتا ہے تو اگر آج ایک گروہ اس کا ہدف ہے، تو کل یہ ہے کہ کل دوسرے کی باری آئے، یہ اندھی تلواریں اگر چلنا شروع ہو جائیں تو کسی کی جان کو امان میسر نہیں آیا کرتی۔

بطور مثال اسی اشتہار زیر بحث کو لیجئے مفتی زین العابدین صاحب سے سوال کیا گیا ہے کہ آپ ہوائی جہاز پر سفر کرتے ہیں کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ آپ کا تعلق کسی دوسرے ملک سے ہے؟

خدارا ذرا غور فرمایئے، ایک شخص مہینوں اپنے گھر سے اپنے اعزہ و اقارب سے اپنے ذاتی احباب سے جدا ہوتا ہے، دین کے لئے سفر کرتا ہے، دور دراز علاقوں میں مارا مارا پھرتا ہے اجنبیوں کو خدا کی جانب متوجہ کرتا ہے اپنی صحت اور بیماری کو نظر انداز کر کے افریقہ کے جنگلوں میں مارا مارا پھرتا ہے۔ چلئے اختلاف کیجئے کہ اس کا تبلیغی طریقہ غلط ہے یا یہ کہیئے کہ وہ دین کے فلاں فلاں پہلو کو اتنی اہمیت نہیں دیتے جتنی اہمیت آپ دیتے ہیں۔ یا یہ کہ ترجمہ اور آگے بڑھئے آپ کے نزدیک وہ اپنی تبلیغی مساعی میں دین کے بعض پہلوؤں کو نظر انداز کر رہے ہیں لیکن آپ اس سے تو انکار نہیں

کر سکتے کہ وہ جتنی باتیں کہتا ہے وہ ہیں دین ہی کی باتیں سو فیصد دین نہیں پچاس پچاس یا دس فیصدی ہی ہو، مگر ہے دین، جس کی جانب وہ شام، عراق اور ترکی، افریقہ اور دور دراز کے علاقوں میں بسنے والے خدا کے مسلمانوں کو دعوت دیتا ہے۔

یہ شخص ہم آپ سے تعریف و ستائش کا متمنی نہیں، وہ ہماری آپ کی مخالفت کو بھی خاطر میں نہیں لاتا اور یہ ہو سکتا ہے کہ ہماری آپ کی مخالفت اس کے ولولہ شوق کی راہ میں حائل بھی نہیں ہو سکتی۔ لیکن ایک زبان دراز اسے یہ کہتا ہے کہ چونکہ آپ چار چار ہزار میل کے سفر پر ہوائی جہاز میں جاتے ہیں، اور اتنے مصارف کو اٹھانے کی استطاعت آپ میں نہیں، لہٰذا آپ کسی ایسے ملک سے تعلق رکھتے ہیں جو پاکستان کا دشمن ہے لہٰذا پاکستان سے آپ کی وفاداری مشتبہ ہے۔

خدارا غور فرمایئے یہ اعتراض، اس لائق ہے کہ آپ اپنی ذاتی مخالفت کی بنا پر اس کی تشہیر پر خوش ہوں یا آپ کا اسلام سے تعلق آپ کو اس فرض کی ادائیگی کے لئے مجبور کرتا ہے کہ آپ اس زبان دراز کو اس افترا پر ٹوکیں۔

اور یہ اس لئے کہ یہ افترا اس ذوق ایمانی سے محروم پر مبنی ہے کہ آج کی دنیا میں دین کے کاموں کے لئے ایثار ممکن نہیں، کوئی صاحب دل اسلام کے لئے روپے پیسے سے خدام دین کی مدد کر سکتا ہے اور نہ ہی دین کی خدمت کے لئے وسائل جائز طریقوں سے مہیا ہو سکتے ہیں۔

معترض کو معلوم نہیں کس دنیا کا باسی ہے۔ حالات سے باخبر لوگ جانتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے دو اہم ادارے باقاعدہ زر تبادلہ حاصل کرتے ہیں اور اسی زر تبادلہ سے ان کے وفود بیرون ملک جاتے ہیں، جہاں ضرورت پڑے وہاں ہوائی جہاز کا سفر بھی اختیار کیا جاتا ہے اور جہاں حالات متقاضی ہوں، تبلیغی وفود پیدل اور بیل گاڑیوں پر بھی ہوتا ہے۔

رہا یہ کہ مفتی صاحب نے گھر میں ایک محل کھڑا کر لیا ہے جس میں قالین اور دوسرا سامان تعیش موجود ہے تو خدا سے بیزاری کے اس ماحول میں کسی کو خوف خدا کی جانب متوجہ کرنا خواہ کتنا ہی بے سود کیوں نہ ہو ہم عرض کریں گے کہ اگر دس مرلے کے پلاٹ میں دو کمروں کا ایک مکان، جس کے سیمنٹ پر سفیدی تک نہیں ہوئی ایک محل شمار ہوتا ہے اور اس کے فرش پر چٹائی، دری یا دری اور اس پر بچھے ہوئے ... کی چاندنی سامان تعیش ہے تو اس عیاشی سے کون محروم ہے، بعد حضرت مشتہر کیا کچی آبادی کے کسی دار میں اور کسی فٹ پاتھ پر بسیرا کرتے ہیں جو ان کے نزدیک یہ مکان محل ہے اور وہ اس پر گستاخانہ رویہ اختیار کرتے ہیں کہ اس محل کی تعمیر سے مفتی صاحب مرحوم کی دیانت مشتبہ ہو گئی ہے۔

کیا واقعی یہ دنیا سانپوں اور بچھوؤں سے بھر گئی ہے کہ کسی شریف انسان کی عزت و جان محفوظ نہیں اور جس کی جی میں جو آئے وہ کہہ سکتا ہے۔

اگر اس قسم کے بے ہودہ مبنی بر عناد اور افترا انگیز سوالات پر دین سے تعلق ظاہر کرنے والا کوئی شخص صرف اس لئے خوش ہوتا ہے کہ یہ اعتراض ایسے شخص پر کئے گئے

جس سے یہ اختلاف ہے تو اس کو محض یہ سمجھ کر برداشت کیا جاسکتا ہے کہ یہ ایک نظریاتی اختلاف ہے جس پر ہر فریق کو اپنی رائے رکھنے کا حق ہے لیکن اگر یہ اختلاف اس حد تک بڑھ جائے کہ اس سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں انتشار و افتراق پیدا ہو اور معاشرے کی بنیادیں متزلزل ہونے لگیں تو یہ انتہائی خطرناک ہے اور اس سے دینی حلقوں کو جو نقصان پہنچے گا اور قریب دین کے دشمن فائدہ اٹھائیں گے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ہم ان تمام حضرات سے جو اس مسئلہ پر کسی قسم کا تعلق رکھتے ہیں، خواہ وہ تمام افراد اور جماعتیں ہوں جو خواہ کسی گروہ سے تعلق رکھتی ہوں، یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ دین کو اپنی ذات اور گروہی مفاد پر ترجیح دیں اور ایسے مسائل میں جو محض فروعی ہیں، جھگڑے کو ہوا دینے کے بجائے اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا کریں اور کسی بھی ایسے عمل کی تائید نہ کریں جو بحیثیت مجموعی دین اور اہل دین کے لئے مضر و نقصان دہ ہو۔

ہم معذرت خواہ ہیں کہ بات کچھ طویل ہو گئی اور صحبت امروز میں ہم یہ چاہتے تھے کہ اپنی گفتگو کو صرف اس نکتہ کی حد تک محدود رکھیں جو بعض احباب نے کیا۔ ہم اس کے بجائے اشتہار کے موضوع کو زیر بحث لے آئے لیکن امید ہم رکھتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے اور اس سے مطلوب "انسداد باب فساد" اور "اصلاح ذات البین" کے سوا کچھ نہیں۔

کچھ بریلوی احباب کے بارے میں

ہم زیر نظر مقالہ کا پہلا حصہ لکھ چکے تھے اور پرچہ پریس میں جا رہا تھا کہ ہمیں چند بریلوی اہل علم اور بعض احباب کی جانب سے سابقہ اداریہ بالخصوص اس موضوع کی جانب توجہ کیا گیا۔ اس دوران ایک معزز شخصیت اپنے دو رفیقوں کے ہمراہ تشریف لائے۔ انہوں نے چند اتفاقی امور پر گفتگو کے بعد فرمایا:

ہمیں اس بات سے اتفاق ہے کہ مفتی زین العابدین صاحب کے خلاف اشتہار بریلوی حضرات کی جانب سے شائع نہیں ہوا۔ لیکن بالفرض اگر یہ کسی بریلوی نے شائع کیا ہو تو کیا آپ سب بریلویوں کو اس کا ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔

ہم نے عرض کیا کہ

ہمارا مستقل موقف یہ ہے کہ ہم کسی بھی طبقاتی اور گروہی بنا پر نہیں سوچتے بلکہ ہمارے نزدیک تمام امور کا تعلق افراد سے ہے۔ ابھی جیسا کہ ہم نے عرض کیا خود بریلوی حضرات کے اکابرین فکر و نظر اور عمل دونوں میں الگ الگ طرز عمل اختیار کئے ہوئے ہیں۔ مولانا ابو الحسنات رحمہ اللہ کا طرز عمل اور تھا اور مولانا ابو البرکات صاحب اس کے خلاف رویہ رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس اختلاف پر بھی رائے قائم ہو گی۔

یوں ذیل کے بریلوی حضرات کو ہم تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

اول: مذہبی گروہ

دوم: سیاسی عنصر

مذہبی گروہ دو حصوں میں منقسم ہے۔

الف: اپنے عقائد میں پختگی کے باوجود دوسروں سے رواداری برتنے والے اور دین کے مشترک امور میں دوسروں سے تعاون کرنے والے حضرات۔ یہ حضرات نہ تو جارحیت اختیار کرتے ہیں، نہ دوسروں کی مساجد پر قبضہ کرنے کا رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں اور نہ ہی وہ دوسروں کے خلاف نفرت و حقارت کی مہم چلاتے ہیں۔ اس طبقہ کو ہم نے اپنے ایک سابقہ اداریہ میں اصلاح احوال کی سعی کی جانب متوجہ کیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ یہ حضرات اس مشورہ کو شرف قبول عطا کر رہے ہیں۔

ب: اس کے برعکس مذہبی عنصر کا دوسرا طبقہ ان حضرات پر مشتمل ہے جو اپنے سوا باقی سب کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، دوسروں کو سلام نہیں کہتے نہ ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور نہ ان سے مشترک امور میں رواداری کے قائل ہیں ——— یہ حضرات بعض اوقات جارحیت بھی اختیار کرتے ہیں اور مساجد کے جتنے تنازعات ہیں وہ بالعموم انہی کے پیدا کردہ ہیں۔

ج: سیاسی عنصر سیاست کاری ہی کو مطمح نظر بنائے ہوئے ہے۔ وہ حسب ضرورت دونوں مذہبی گروہوں سے تعلق رکھتا ہے، وہ کبھی ادھر اور کبھی ادھر بھی رشتہ استوار کرتا ہے۔ مگر وہ دونوں طرف قیادت و سیادت پر قابض رہتا ہے۔ وہ جارحیت کو ہوا بھی دیتا ہے اور سیاسی تحریکات کی تائید بھی کرتا ہے۔ یہ عنصر در اصل خرابی کی اصل جڑ ہے اور مذہب و اہل مذہب کے لئے نامناسب طرز عمل کا حامل۔

ہماری رائے یہ ہے کہ بریلوی احباب میں جو حضرات اپنے عقائد میں پختگی کے ساتھ ساتھ اسلامی اخوت کے تقاضے ملحوظ رکھتے ہیں انہیں آگے بڑھنا چاہئے اور فتنہ و فساد کی آگ کو مشتعل ہونے سے پہلے بجھانے کی کوشش کرنا چاہئے ——— اور ہم نے در اصل اسی توقع کی بناء پر اپنے سابقہ اداریہ میں بعض احباب کو بطور خاص اس جانب توجہ بھی دلائی ہے۔

ہماری ان معروضات کے جواب میں ان حضرات نے کھلے دل سے فرمایا کہ

ہم پہلے اس سے بھی اعلان کر چکے ہیں اور اب بھی یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم ہر حال میں آپس میں اتحاد و اتفاق کی ہر تحریک کا خیر مقدم کریں گے، تعصب برتنے والے حضرات کے اٹھائے ہوئے فتنوں کا سد باب کریں گے اور انتشار برپا کرنے والی ہر حرکت کی مخالفت کریں گے۔

اور ——— ہم یہ بھی اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ ہماری دانست یہ ہے کہ مولانا مفتی زین العابدین صاحب کے خلاف اشتہار بریلوی طبقہ کی جانب سے شائع نہیں ہوا۔ تاہم اگر یہ ثابت ہو جائے تو اس کی مذمت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے اور ہم دیانتداری سے محسوس کرتے ہیں کہ مفتی صاحب کے خلاف یہ اشتہار ایک ایسا فتنہ ہے جو اگر عام ہو جائے تو کسی بھی عالم دین کی عزت محفوظ نہیں رہ سکتی، اور ایک شخص زندگی کے آخری ایام میں ایک مظلوم بنکے اور دوسرا علاقہ میں ٹھکانہ نہ ملے تو پھر کون سا عالم دین ہے جس کے خلاف ایسی باتیں نہیں کہی جاسکیں گی۔

یہ خوشگوار صحبت تقریباً دو گھنٹے کی باتوں پر اختتام پذیر ہوئی ——— احباب تک اس کی مختصر روداد اس لئے پہنچا دی گئی تاکہ اس نوع کی کوئی بات اگر ان کے سامنے آئے تو وہ ان تفصیلات سے آگاہ رہیں۔ وما ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

بقیہ صفحے [جمعہ ——— غرض و غایت]

اس کی پکار پر آپ دوڑ پڑے خطبہ کو دل لگا کر پوری توجہ سے سنا۔ اس دن جو اجتماعی نماز مقرر کی گئی ہے اس کو ٹھیک طور پر ادا کیا۔ اس طرح اللہ کے فریضہ سے فارغ ہو کر اس کے بعد اب آپ دنیا کی طرف لوٹ رہے ہیں کہ وہاں جا کر خدا کا رزق تلاش کریں، جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ ایک صحابی حضرت عراک بن مالک رضی اللہ عنہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر جب نکلتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَجَبْتُ دَعْوَتَكَ وَصَلَّيْتُ فَرِيْضَتَكَ وَانْتَشَرْتُ كَمَا اَمَرْتَنِیْ فَارْزُقْنِیْ مِنْ فَضْلِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ۔

خدایا میں نے تیری پکار پر لبیک کہی اور تیرے فرض نماز کو ادا کیا اور تیرے حکم کے مطابق منتشر ہوا پس اپنے فضل سے مجھے رزق دے اور تو بہترین رازق ہے۔

اس دعا میں تین چیزوں کی تکمیل کا ذکر ہے پکار کو سنکر اس پر دوڑ پڑنا، اجتماعی نماز کو ادا کرنا اور اس کے بعد اللہ کو یاد کرتے ہوئے رزق حلال کی تلاش میں نکلنا اور یہی جمعہ کا ماحصل ہے۔

اللہ ہم سب کو اسی طرح جمعہ سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ صفحے { داعی اور دعوت }

لہٰذا آپ یہ پیغام انکے دل و دماغ پر چھا جاتا ہے اور وہ اسی کا غلام بن کر رہ جاتا ہے وہ اسی کی حرمت اور اسی کے اعلاء کیلئے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دیتا ہے راحت و آرام کو تج کرتے ہوئے دیوانہ وار اسی کی خاطر گھومتا پھرتا ہے وہ اس سے پوری طرح رضامند ہوتا ہے اور اسی میں اپنی سعادت و خوش بختی سمجھتا ہے اسی چیز کو علماء توحید تعلیم اور تربیت کا نام دیتے ہیں منطقی عقل کے بس میں یہ کچھ کہاں، یہاں معاملہ اس ذہن کا نہیں جو کہ خبر رکھتا ہو یا اس سے عاری ہو اور نہ ہی اس عقل کا ہے جو اس کی تصدیق کرتی ہو یا تکذیب۔ یہ اصل معاملہ تو دل کا ہے کہ رضامند ہو جائے یا انکار کر دے فراخدلی سے قبول کرے یا ٹھکرا دے۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِیْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۔

ہم جانتے ہیں کہ تجھے ان کی باتیں غم زدہ کر دیتی ہیں تو وہ تیری تکذیب نہیں کرتے لیکن یہ ظالم تو خدا کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ باقی

الاستاذ سید البہی الخولی
ترجمہ: مولانا عبدالغفار حسن مدظلہ
استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

سلسلہ "الداعی الی اللہ" کی صفات (۳)

داعی اور دعوت کا فہم

دو مختلف طرز ہائے فکر

اسلام بھی وہ عالمگیر دعوت ہے جسے لیکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے اور یہی وہ نظام ہے جو ہر زمان و مکان میں انسانیت کی مادی اور روحانی زندگی میں نظم و ضبط پیدا کر سکتا ہے۔ یہ تو ہے ایک واضح دعویٰ بلکہ سورج کی طرح روشن جس کے آس پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا۔ یہ حقیقت اپنی وضاحت کی وجہ سے ہماری نگاہ میں ایک فطری یا بدیہی جزو کی سی حیثیت اختیار کر چکی ہے جس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس کے باوجود بعض مسلمان اسے اچھی طرح سمجھ نہیں پائے۔ انہیں اسلام چند زنگ آلود افکار اور دقیانوسی نظام کا مجموعہ نظر آتا ہے اور اس کو لے کر اٹھنے والوں کو وہ انسانی قافلے سے بہت پیچھے سمجھتے ہیں اور اسلام کو آجکل کی تہذیب اور نئے معاشرہ میں ایک رکاوٹ خیال کرتے ہیں۔ یہ حضرات اگر حسن خلق کی دولت سے مالا مال ہوں تب بھی آپ کو ایک سخت متعصب شخص سے کم درجہ دینے پر راضی نہ ہوں گے۔ یہ دو مختلف طرز ہائے فکر ہیں، ایک گروہ اگر ایک پر ایمان رکھتا ہے اور اس کو ہی زندگی کا نصب العین قرار دیتا ہے تو دوسرا گروہ اس کو رد کرتا ہے اور اسے اپنی خواہشات کی بربادی میں معاشرہ کی ایک سخت پتھر سمجھتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے کون سا فکر قبول کرنے کے لائق ہے؟

ہم ابھی قطعی جواب نہیں دینا چاہتے بلکہ اس سے پہلے ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کرنا چاہئے کہ یہ لوگ ہم سے زیادہ ذہین و فطین ہیں اور نہ ہی ہم ان سے ذہانت و فطانت میں کچھ کم ہیں۔ چنانچہ اگر وہ ہم پر فوقیت لے بھی جائیں یا ہم ان پر فوقیت حاصل کر لیں تو یہ چیز ہمارے اور ان کے درمیان قطعی فیصلہ کرنے کی مجاز نہیں ہو سکتی۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک دوسری حقیقت بھی فراموش نہیں کی جا سکتی وہ یہ کہ ہم الحمد للہ اپنے الٰہی مشاعر و احساسات کو زندہ اور بیدار رکھنے کے لئے کوشش کرتے رہتے ہیں گو ہم منتہائے مقصود تک نہیں پہنچ سکے لیکن اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہم اپنے الٰہی مشاعر کو دنیا کی ہوس کے تھپیڑوں سے بچانے کے لئے نفس کے مجاہدہ و ریاضت سے غافل نہیں رہتے لیکن یہ دوسرے لوگ تو نہ ان کو اس مجاہدہ کا دعویٰ ہے بلکہ وہ تو خوش اس بات پر ہیں کہ مادی مدنیت اپنی تمام شہوات اور زہر کے ساتھ انہیں اپنی آغوش میں لے لے۔ حتیٰ کہ بالآخر اب آپ ان کے اور ہمارے درمیان فکری اختلاف کے اصل سبب کو سمجھ چکے ہوں گے۔

ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف یہیں سے شروع ہوتا ہے چنانچہ یہ لوگ ایک نہایت ہی روحانی پستی کے عالم میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مادی تہذیب ان کے ہوش و حواس پر مکمل طرح قابض ہو چکی ہے اس لئے خدا کی طرف سے انہیں دی گئی روحانی قوتیں بھی ایک جمود اور اضمحلال کی حالت میں ہیں۔ آپ چاہیں انہیں کتنا ہی سمجھائیں اور کتنے ہی دلائل کیوں نہ لائیں آپ کبھی بھی انہیں اسلام کو ایک عقیدہ اور نظام کی حیثیت سے منوا نہ سکیں گے۔ وہ آپ کی باتیں سنیں گے ضرور لیکن کچھ سمجھ نہ پائیں گے۔ انکی آنکھیں آپ کی طرف ہی ہوں گی لیکن وہ بصیرت سے محروم ہوں گے۔

ومنہم من یستمع الیک وجعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ وفی آذانہم وقرا وان یروا کل آیۃ لا یؤمنوا بہا حتی اذا جاءوک یجادلونک یقول الذین کفروا ان ہذا الا اساطیر الاولین

"اور ان میں سے کوئی آپ کی طرف کان لگائے رہتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا ہے اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ بھی لیں تب بھی ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ جب وہ تیرے پاس جھگڑنے کو آتے ہیں تو کافر کہتے ہیں کہ یہ سب چیزیں تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔"

ہماری مراد یہ نہیں کہ وہ اپنی کند ذہنی کی وجہ سے کچھ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ بلکہ انکی نا سمجھی صرف اسی بنا پر ہے کہ ان کے دل جو کہ اصل میں الٰہی ملکات کا مرکز ہیں مادی دنیا میں حد درجہ مشغول ہو جانے کی وجہ سے عقل و فہم سے عاری ہو کر رہ گئے ہیں۔

ہاں تو اس پیغام کا سمجھنا صرف عقل اور ذہنی منطق پر ہی منحصر نہیں بلکہ جب تک انسان میں الٰہی وجدان بیدار نہ ہو اسے سمجھا نہیں جا سکتا۔ ایک عرب اگر اپنے عقیدے سے چمٹا ہوا ہے اور اس راہ میں اپنی ہر قیمتی چیز کو قربان کر دینا باعث فخر سمجھتا ہے اور اس پر فنا ہو جانے کی حد تک ایمان رکھے ہوئے ہے تو صرف اس لئے کہ وہ ایک بیدار وجدان کا مالک ہے اور روحانیت پر پختہ یقین و ایمان رکھتا ہے۔ مگر نرے صرف عقل ہی کے ذریعہ اس پیغام سے اتنا عشق نہیں رکھا جا سکتا کہ اس راہ میں وطن اور ملک تو کیا بچے بیوی اور مال و اولاد کی قربانی بھی ہیچ نظر آنے لگے۔

o مادیت فکر

مغربی تہذیب نے جس طرح اپنے اہل وطن کی اپنی تمام بے لگام جنسی شہوات کے طوفان میں غرق کر چھوڑا ہے اسی طرح وہ ان لوگوں کے دل و دماغ پر چھا جانے میں بھی پوری طرح کامیاب ہو چکی ہے چنانچہ اب حالت یہ ہے کہ روحانی جمال انکی آنکھوں سے پوشیدہ ہو چکا ہے اور رنگ و حواس مستقل طور پر جکڑ چکی ہیں کہ سوائے مادے اور لذت و شہوت کے کوئی چیز انہیں حرکت میں نہیں لا سکتی۔

مغربی مدنیت اپنے تمام کل پرزوں، مشینوں اور سائنسی تجربات کے ساتھ ان کی عقلوں پر دبیز پردے ڈال چکی ہے چنانچہ ان کے لئے یہ ممکن ہی نہیں رہا کہ وہ مادے کے ماوراء کسی اور چیز کے متعلق سوچنے کے لئے اپنے دماغ کو تیار کر سکیں۔

اسی طرح مغربی مدنیت اپنے تمام خوشنما علوم مادہ، منطق اور مشینی تکنیک کے ساتھ ان پر پوری طرح غالب آ چکی ہے۔ مغربیت کے اس طوفانی جھکڑ میں پکڑا ہوا شخص اس کا مطیع و فرمانبردار ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ وہ اپنے اور محسوس جانے والی عقلی اور علمی زندگی کو بے چون و چرا تسلیم کر لیتا ہے وہ ایسا مجبوراً نہیں کرتا بلکہ وہ اس زندگی کو خوشی قبول کرتا ہے اور اس کی حیثیت اس تماشائی شخص کی سی ہوتی ہے جو کہ اپنی آنکھ سے مقدمات کو نتائج کے ساتھ اور اسباب کو مسببات کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اس کے ارد گرد کی ہر چیز اس کو یہ یقین دلا دیتی ہے کہ وہ ایک معقول اور فراوانی کی زندگی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے اور اس طرح پر وہ اپنی سوچ بچار پر مطمئن ہو کر یہاں تک کہ اپنے جذبات میں بھی ایک حقیقی انسان ہی بن کر رہ جاتا ہے۔

ان لوگوں پر یہ مادی تہذیب اس حد تک غالب آ گئی ہے کہ وہ اس کے ماسوا کسی چیز کے متعلق غور و فکر کرنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کر سکتے چنانچہ ان کا مادی تفکر انہیں الحاد کے خطرناک موڑ پر پہنچا چکا ہے۔ وہ مادہ کے ماوراء کسی چیز پر ایمان نہیں رکھ سکتے۔ جنت دوزخ، بعث، نشور، حساب و کتاب، جزا و سزا، عذاب و ثواب اور برزخ وغیرہ ان کے نزدیک لا یعنی چیزیں ہیں ان کے دلوں میں یہ بات سما گئی ہے کہ انسان کی اصل متاع یہی مختصر اور فانی دنیوی زندگی ہے اور قبر بس چھپاتی زندگی کے ایک دہشتناک خاتمے کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ اگر انہوں نے اپنی پوری طاقت اور وسعت کے ساتھ دنیوی شہوات اور لذائذ کو نہ لوٹا تو انہیں سوائے محرومی کے اور کچھ نہ حاصل ہوگا۔ یہ خیالات ان کو بے چین کر دینے کے لئے کافی ہیں چنانچہ وہ ایک مجنوں کی طرح دنیوی عیش و آرام لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ انہیں کوئی منع کرنے والا نہیں، انہیں کسی ادب کا پاس نہیں اور نہ ہی کوئی نصیحت اور کوئی قانون ان کے آگے آ سکتا ہے۔ اس صورت حال کے ہوتے ہوئے کیا یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ اگر آپ آسمانی روح کے ساتھ ان سے بات چیت کریں تو یہ لوگ اور ہم میں سے انہیں کے متعلق آپ کی بات پر کان بھی دھر سکیں گے؟ کیا ان کے دلوں یا ان کے جذبات اور انکی معاشرت میں آپ کی دعوت کو قبول کرنے کی ذرا سی بھی گنجائش ہو سکے گی؟ آپ کی دنیا اور ہے اور انکی دنیا اور یہ وہ چیز ہے جو آپ میں اور ان میں بعد پیدا کرتی ہے۔

واذا قرأت القرآن جعلنا بینک وبین الذین لا یؤمنون بالآخرۃ حجابا مستورا وجعلنا

(باقی ص ۱۱ پر)

من کو بہرہ کر کہ ان کے یعقوب دل آ کہ وہ ان کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا ہے اور جب تم قرآن میں اپنے رب واحد کا ذکر کرتے ہو تو وہ بار بار پھر جاتے ہیں۔

• اور جب تو قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو ہم تیرے اور ان لوگوں کے درمیان ایک حجاب حائل کر دیتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ہم نے ان کے کان بوجھل کر دیئے ہیں تاکہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اور جب تو قرآن میں اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو وہ مارے نفرت کے پیٹھ پھیر کر بھاگ اٹھتے ہیں۔

یہ نہ سمجھئے کہ وہ قرآن کے معانی کو نہیں سمجھ پاتے بلکہ وہ اسے سمجھتے ہیں لیکن اپنی عقلوں کے ساتھ دلوں سے نہیں سمجھتے اور اس کو قبول کرنے اور اس کی طرف دعوت کے متعلق وہ مادہ نہیں رکھتے اسی لئے تو کتاب اللہ میں بار بار تفقہ اور اسے فہم پر زور دیا گیا ہے۔

ان میں سے کتنے ایسے ہیں جنہیں مخاطب کر کے آپ کو یہ کہنا پڑے گا کہ خدا اس کائنات کا خالق ہے جس نے تجھے زندگی کی عظیم نعمت سے نوازا ہے اور اسی بنا پر وہی ہمارے شکر، تعریف اور تعظیم کا مستحق ہے ساتھ ہی آپ کو یہ بھی بتانا ہوگا کہ انسان جسم اور روح سے مل کر بنتا ہے جسم کی طرح روح کے بھی کچھ مطالبے ہیں۔ کامل انسان وہی ہے جو دونوں کو برابر حقوق دیتا ہے اور کسی ایک پر ظلم روا نہیں رکھتا اور یہ کہ لوگوں کے لئے بہترین مدنیت وہ عادل نظام ہی ہو سکتا ہے جو انسان کو ایسا طریق زندگی بخشے جو کہ روح اور جسم میں ایک توازن پیدا کرتا ہو۔ اور یہ کہ وہ پیغام جو اس نظام کی عملی تحقیق کے لئے وجود میں آیا ہے وہ کامل پیغام ہے جو تا ابد رہے گا اور یہی وہ پیغام ہے جو انسانیت کو ان تمام لغزشوں اور غلطیوں سے بچا سکتا ہے جن کے وجود میں آ جانے پر دائمی شقاوت اور بدبختی سے گھٹا ٹوپ تاریکی کا دروازہ کھل جاتا یقینی ہے۔

• منطقی عقل اور جذباتی عقل

وہ ان تمام چیزوں کو پرکھتے ہیں لیکن منطقی عقل سے جذباتی عقل سے نہیں سمجھا چنانچہ منطقی عقل جو کچھ بھی قبول کرتی ہے۔ وہ منطقی حیثیت رکھتا ہے لیکن جذباتی عقل کی جب ان چیزوں پر نگاہ پڑتی ہے تو وہ انہیں ایک حرارت اور حرکت کے ساتھ ایجابی طور پر قبول کر لیتی ہے آخری پیغام کے علاوہ دنیا کا جو بھی پیغام ہو وہ صرف اسی ایک طریقے پر سمجھا جا سکتا ہے جذباتی عقل ہی کے لئے اپنے دل کے دروازے کھول دیتی ہے پھر جو چیز بھی اس دروازے میں سے داخل ہوتی ہے وہ اعصاب کو جھنجھوڑے بغیر نہیں رہتی ہے پھر جو چیز بھی اس دروازے میں سے داخل ہوتی ہے وہ اعصاب کو جھنجھوڑے بغیر نہیں رہتی۔ خون اس کی گرمائی سے ایک نئی زندگی محسوس کرتا ہے اور وہ شخص اپنی تمام ظاہری اور باطنی کیفیات میں اسی رنگ میں رنگا جاتا ہے چنانچہ اس کے اقوال اس کے اعمال اس کے افکار اس کے جذبات میں غرض اس کی ہر چیز میں یک رنگی پیدا ہو جاتی ہے

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

نئی نسل کے قتل کا عہد

تحریر :- استاذ یوسف العظم
ترجمہ :- سید ضیاء الحسن ندوی

اگر ہم ان تمام اداروں، مدرسوں، تنظیموں، افراد اور جماعتوں کے نام گنانے بیٹھ جائیں جو اس طرح کی سازشوں میں مصروف ہیں مرگرم عمل ہیں تو ہم آپ کو ان کی تفصیل اور عطیے کے احساس سے بالکل محروم رہ جائیں گے چنانچہ اختصار کے ساتھ ایک خاکہ پیش خدمت ہے۔

الخوري	المعمدانية	الراعي الصالح
الفرانسيسكان	راهبات مار يوسف	الانجيلية الوطنية
المطران	المانوية	راهبات الفرنسيسكان
الكلية الاهلية	شهود	راهبات جيد
خادمات يوزف سيدات	البيلار	المدرسة الاميركية
الارمن الارثوذكس	طارق كنشاتي	هيكل الارض المقدسة
الشبان المسيحية	الادفنتست	المخلص
السالزيان الصناعية	المبشرين	راهبات سيدة المحبة
الكلية البطريركية اللاتينية	الناصرى الانجلى	التقارب المسيحي
راهبات الوردية	الثقافة الارثوذكسية	السريان
راهبات صهيون	القبطية	دار الطفل
القدسية مريم	القديس لقوكا	السلام والمحبة

اس فہرست کو محض نمونہ از خروارے سمجھنا چاہیئے لیکن دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے پہلی یہ کہ ان مدارس نے بچوں اور بچیوں کی علیحدہ مدرسیاں قائم کر رکھی ہیں اس طرح ایک ایک مدرسے کی کئی کئی شاخیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان سب اسکولوں کی اپنی خاص عمارتیں نہیں ہیں بلکہ یہ گرجوں اور عبادتگاہوں سے ملحقہ ہالوں، پارکوں اور عمارتوں میں قائم ہیں۔

جہاں تک ان تنظیموں اور جماعتوں کا تعلق ہے جو ان مشنریوں اسکولوں کی پشت پناہی کر رہی ہیں ان میں چند کے نام یہ ہیں۔

البطريركية اللاتينية	جمعية القدس والشرق	المجمع الكنسي
بطريركية الارمن	دار رسالة المعمدانية	جمعية المانونيت
الاسقفية الانجليكانية	الكنيسة المعمدانية	
اخوة المدارس المسيحية	الاباء الفرنسيسكان	
الكنيسة اللوثرية	الاتحاد اللوثري العالمي	
جمعية اتحاد القدس	جمعية السريان	
بطريركية الروم الكاثوليك		
بطريركية الارمن الكاثوليك		
بطريركية الاقباط الارثوذكس		
جمعية التقارب المسيحي		

ان ناموں کی روشنی میں جن کا تذکرہ کیا گیا یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان اسکولوں کی مالی امداد کرتے ہیں کیونکہ اس کے اہم نام پیش کر دیئے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی اردن کی ہر بستی اور ہر قریہ میں ایسے ہے خواہ وہ ان میں عیسائی ہوں یا مسلمان ہوں، اس لئے کہ صرف مسلمان بچوں کی تربیت کے لئے معرض وجود میں آتے ہیں۔ ان کا مقصد درس و تدریس اور پڑھنا لکھنا بھی نہیں بلکہ صرف گمراہ کرنا ہے اسی سے ہماری نسلوں پر ان کی نظر جمی ہوئی ہے۔

مسائل اور اُن کا حل!

ایک غور طلب خط

حضرت والا۔ مجھ کمال کا شخص سے زیادہ دکھ محسوس ہو گا کہ آج اس ملک میں جو اسلام کے نام پر بنا تھا اسلامی اقدار صرف ٹوٹ رہے ہیں بلکہ ان کا مضحکہ اڑایا جا رہا ہے۔ ایک طرف عوام مذہب سے بے بہرہ ہو رہے ہیں، تو دوسری طرف خواص لادینی تعلیمات سے متاثر ہو کر ایسے نئے دین کی داغ بیل ڈال رہے ہیں جس کا اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ اگر وہ اپنے خود ساختہ دین کو کسی نئے نام سے موسوم کرتے تو چنداں شکایت نہ ہوتی۔ مگر وہ ظالم اپنے مسموم نظریات کو اصلی اسلام اور ان کا ترجمہ ہے اسلام کہا جانے کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ قوت و اقتدار اور نشر و تشہیر کے کل ذرائع پر قابض ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔

میری ناقص رائے میں معاف رکھیں اس سیلاب روز افزوں کی ترقی میں علماء دین کے موجودہ رویہ کو کافی دخل ہے۔ کیونکہ انہیں بیشتر حضرات کچھ فروعی اور غیر ضروری مسائل میں ایسے الجھ گئے ہیں کہ سارا وقت اور زور تقریر و تحریر انہیں مسائل پر صرف ہو رہے ہیں۔ جن کی وجہ سے دشمنی اور عداوت تک جنم لے چکی ہے۔ قرآن و سنت کے ماننے والے ہی نہیں بلکہ ایک فقہ پر عمل کرنے والے بھی آپس میں دست و گریبان ہیں۔ اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔

حالات اس حد تک بگڑ چکے ہیں کہ اگر کسی گروہ کو کوئی ان پر فوقیت حاصل کر لیں تو یہ چیز ہمارے ... کوئی فیصلہ کرنے کی مجاز نہیں ہو سکتی۔ اس کے سا

پھر کیا تھا، ایک مولانا صاحب اور ان کے ساتھی برہم ہو گئے اب قرآن کی قراءت کے بجائے تقریباً حرم میں مردہ باد کی گردان شروع ہو گئی اور کسی کو عراقی کا یہ شعر لگتے تھے "چو ناہ بر موعد ..." ہمہ یا تم دغائی "خیر گزری کہ پولیس کی بھاری جمعیت موجود تھی، ورنہ صحن مسجد نالہ زار بنتا اور ہماری اخوت اسلامی تبلیغ و خیر خواہی اور محبت و مروت کے مظاہروں سے بہوتی شرما بھی لطف اندوز ہوتے۔ ایسے ہی تنازعات سے باطل فرقے فائدہ اٹھا کر ابھر رہے ہیں اور ان میں عوام کو گمراہ کرنے کیلئے کافی مواد میسر آ گیا ہے۔ حکومت میں انہیں اس قدر رسوخ حاصل ہے کہ وہ اپنی تبلیغ کے لئے زر جاہ بھی حاصل کر رہے ہیں جیسا کہ اشتہارات اسمبلی میں اٹھائے ہوئے سوال و جواب سے ہوا ہے۔ مختصر یہ کہ آج اسلام سے زیادہ کوئی مظلوم نہیں ہے۔ ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ دوسرا جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے چیف ایڈمنسٹریٹر "اوقاف" علماء کرام کو خطاب کرتے ہوئے بنی نوع انسان کی دنیوی اور اخروی زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی اور جامع اسلامی نظام کو فقط امیدوں اور عزیمتوں کے مابین ایک عمرانی یعنی معاشرتی معاہدہ قرار دیتے ہوئے یہ بھی کہہ گئے کہ فتح و شکست کا دارو مدار دینیات کی کمزوری یا طاقت پر نہیں بلکہ مادی طاقت پر ہے۔ خدا کا شکر کہ سامعین میں سے ایک نوجوان مولوی مشتاق احمد صاحب نے اللہ کرا ان کے خیالات کو کتاب و سنت اور

دوسری حقیقت یہ فراموش نہیں کی جا سکتی وہ یہ کہ تاریخ اسلام کی روشنی میں غلط ثابت کیا۔

اپنے الٰہی شعائر و احساسات کو زندہ ... اور پیدا مد ہفت روزہ "ایشیا" لاہور کی اطلاع کیمطابق
بنانے کی کوشش کرنے ... سمجھتے ہیں کہ گو ہم منتشر ہیں کوئی کی پاداش میں غریب کو جامعہ سے علیحدہ
ہمیں پہنچ سکے لیکن اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تنزیل قرآن کی مجالس کی روئیداد اور
کرم اپنے الٰہی شعائر ... کے چیئرمین سے پہلے ڈاکٹر صاحب اسلامی ریسرچ انسٹیٹیوٹ
کے لئے نفس کے مجاہدہ و ریاضت سے غافل نہیں ... محتاج تبصرہ نہیں اور اب تو وہ
سمجھتے ہیں دوسرے لوگ ... اس مجاہدہ کا ... یہ عالم ہے کہ پاکستان کا ...
مگر وہ تو خوشی اس بات پر راضی ہیں کہ مادی حیثیت ... میں ایک صاحب مسمی افتخار احمد
... اور زہر کے ساتھ انہیں اپنی آغوش میں ... کے عنوان سے ایک خط شائع
مذکورہ بالا تقریب سے آپ ان کے اور ہمارے درمیان ... جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔
ذہنی اختلافات کے اصلی سبب کو سمجھ چکے ہوں گے۔

ذ مسٹر جی ایم اثر کا خط (۱۰ مارچ) ... سے پڑھا۔ اس خط کے جسم
عبادت کی ضرورت پر ... ڈالی
[illegible]

ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ہمیں ... ہوتا ہے چنانچہ یہ لوگ ایک نہایت ہی بدحالی و پستی
کے ... میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مادی تہذیب نے

قبیلی روایات پر چلنا ہمارے شایان شان نہیں اور مسٹر اثر نے ہمیں ترغیب دی ہے کہ ہم تمام دنیا کو قومی خوشحالی اور ترقی پر صرف کریں اس لئے ہم سب کو مشورہ دیا ہے کہ ہم وہ رقم جو جانوروں کی قربانی پر خرچ کرتے ہیں بچا معاشرہ کی بہبود پر صرف کریں۔ اس کی یہ نصیحت نہایت معقول ہے اگر ہم اس کے دائرہ کو وسعت دیں تو معقول نتائج پر پہنچ سکتے ہیں۔ یعنی ہمیں سب نمازیں بند کر دینی چاہئیں کیونکہ ان میں بڑا وقت ضائع ہوتا ہے۔ بلکہ وہ وقت قومی تعمیر کے کاموں میں لگا کر سود مند بنایا جا سکتا ہے ہمیں روزے ممنوع قرار دے دینے چاہئیں کیونکہ ان کے رکھنے سے عموماً سستی چھا جاتی ہے جو ترقی کی راہ میں خالص نقصان کا موجب ہے ہم کو حج کی رسم پر پابندی عائد کر دینی چاہیے تاکہ ہمارے ملک کا بھاری بوجھ جو یہ خرچ ہونے والے زر مبادلہ کے بارے ہلکا ہو جائے .... اور ملاحظہ فرمائیں۔ ایک نرسال منتظم پائی گورنمنٹ کالج لاہور کے میگزین راوی بابت ماہ اکتوبر ۱۹۵۷ء ایک مضمون بعنوان "مذہب اور مسرت" شائع کرائے تھے اس کی تلخیص جو ماہنامہ "شیخ الاسلام" راولپنڈی نے زیر عنوان ہمارے مستقبل کے محافظ ایف جلد بابت ماہ مئی ۱۹۶۸ء میں شائع کی ہے درج ذیل ہے۔

"......... انسانی ذہن نے جس دیو مالائی کہانیوں کا اختراع کیا انہیں مذہب کا نام دے دیا گیا ...... نوع انسانی کی اکثریت خدا پر یقین نہیں رکھتی اور اس الحاد کے نتیجہ میں وہ کوئی نمایاں پریشانیوں کا شکار بھی نظر نہیں آتی۔ اگر خدا کہیں موجود ہوتا تو یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اپنے نہ ماننے والوں سے ناراض ہو کر انہیں پریشانیوں میں مبتلا کر دیتا۔ آج کل چین اور روس کے عوام مذہبی ملکوں کے عوام کی نسبت زیادہ خوش ہیں۔ مذہب عالم جس کے خوف پر مبنی ہے ...... پراسرار قوتوں کا خوف۔ شکست کا خوف۔ موت کا خوف لیکن سائنس نے ان خوفوں کا خاتمہ کر دیا ہے ..... ہم کو اس خیالی دنیا کا خیال چھوڑ دینا چاہیے جس پر صدیوں سے مسجد و کعبے کی طرف سے وعدہ اور شہد کی نہروں کے وعدے کیے جا رہے ہیں، جب آپ (مذہبی) لوگوں انتہائی ذلت نفس کے ساتھ خدا سے یہ دعا کرتے ہوئے سنتے ہیں کہ تو ہم گنہگاروں کو معاف کر دے تو یہ بات قابل نفرت معلوم ہوتی ہے .... انسان کو کسی پر ماتم کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی یہ ضرورت ہے کہ مذہبی رہنماؤں کے صدیوں پہلے کہے ہوئے الفاظ دہرا کر اپنی ذہانت کو پابند زنجیر کر دیا جائے وغیرہ ... کیا اس طوفان کے مقابلے کا ابھی تک وقت نہیں آیا یا انتظار ہے کہ جو کچھ کسر باقی رہ گئی ہے وہ پوری ہو جائے۔ بہرحال ان دونوں مضامین نگار صاحبان کو عدالتی چارہ جوئی کا نوٹس دے دیا گیا ہے۔ اُن کے جواب آنے پر اگلا دوسرا قدم اٹھایا جائیگا۔ اسمبلی میں بھی سوال اٹھانے کی کوشش ہے۔

مکرما، اس عاجز کی دلی تمنا ہے کہ کسی طرح علماء دین ایک مرکز پر جمع ہوں اور متحد ہو کر اس سیلاب کو روکنے کی کوشش کریں۔ مسلمانوں کو اس پر یقین کامل ہے کہ دین الٰہی کی نصرت کے لئے تائید الٰہی ہوا کرتی ہے۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ غیر ضروری فروعی مسائل سے وقتی طور پر توجہ ہٹا کر اصل دین کی حفاظت کی تدبیر میں لگ جائیں۔ اگر بالفرض اختلافی مسائل کو خدمت دین میں اولیت کا درجہ نہ دیا جائے تو حق کو اس قدر نقصان نہ اٹھانا پڑے گا جس قدر ان کے الجھنے سے پہنچ رہا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ علماء کرام نے ہر دور میں ملت بیضاء کی خدمت پوری جانفشانی سے کی ہے۔ مجھے یقین ہے آج کے حاملان دین سے بھی یہی توقع ہے کہ وہ اسلاف کے نقش قدم پر چل کر ذاتیات سے بالاتر رہتے ہوئے دین کی ناؤ پار لگانے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ فرمائیں گے صرف ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ سب حضرات للہ متحد ہو جائیں۔

آپ اس سلسلے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ براہ کرم جلد از جلد اپنے مفید مشورہ سے مطلع فرمائیں۔ تاکہ اس کی روشنی میں کوئی حل تلاش کیا جائے۔

خادم مصباح الدین راولپنڈی

اتحاد اسلامی کی ضرورت

ملا واحدی

آج کل ساری قومیں مسلمانوں سے زیادہ متحد ہیں۔ اتحاد نہیں ہے تو صرف مسلمانوں میں نہیں ہے حالانکہ اتحاد کی تعلیم جتنی مسلمانوں کو دی گئی ہے اتنی کسی اور قوم کے ہاں نظر نہیں آتی۔ قرآن مجید صاف صاف کہتا ہے۔ تفرقہ مت ڈالو۔ جھگڑے اٹھاؤ گے تو بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ یہ اتحاد کا سبق ہے جب قوم کسی مرکز سے وابستہ رہے۔ نماز میں خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیکر اتحاد سکھایا گیا۔ یہ دیکھئے اہم اور ضروری نکتہ ذکر کیا گیا ہے کہ قوم کے لئے نماز میں اپنا منہ مشرق کی طرف کر لیں یا مغرب کی طرف کر لیا کریں کیونکہ اللہ تو ہر طرف موجود ہے جدھر منہ کیا جائے گا اللہ موجود ہوگا۔ مشرق بھی اللہ کا ہے اور مغرب بھی اللہ کا ہے۔ حقیقی مقصد درحقیقت یہ تھا کہ خانہ کعبہ کو اسلام کا مرکز بنا کے قیام کے سلسلے میں مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ اس وقت وہ مشرکین کا مرکز تھا مشرکین سے مشابہت کی بات تھی لیکن مدینے میں مشرکوں کی مشابہت کا سوال نہیں رہا تھا یہودیوں کی مشابہت سامنے آگئی تھی اس لئے مدینے پہنچ کر جب یہودیوں کی مشابہت ترک کی اور بیت المقدس کے بجائے خانہ کعبہ کو مرکز قرار دے دیا۔ مرکز کی اہمیت کا یہ ثبوت آپ خلافت ترکیہ کے خاتمے سے بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ قسطنطنیہ کی مرکزیت بالکل بے جان اور برائے نام تھی اسے مسلمانوں کی قدیم مرکزیت سے ایک ہزار کی نسبت بھی نہیں تھی۔ تاہم قابو یافتہ دشمن کو وہ بھی گوارا نہ ہوئی اور قابو یافتہ قوموں نے ترکوں کو مجبور کر دیا کہ خلافت اور مرکزیت کو ختم کر دیں۔

مولانا محمد علی مرحوم نے ایک دفعہ کہا تھا کہ کعبۃ اللہ کی حفاظت ہمارا سب سے بڑا اور آخری فرض ہے اس کو بچانے کے لئے ہمیں ہر چیز قربان کر دینی ہے جب جائے مرکز پر حملے کی تیاری ہے اور ہمارا قبلہ ہی خطرے میں پڑ رہا ہے تو ہم بہانے ہجرت کے کیسے تو پیٹھ کر اس کی حفاظت کو جا بیٹھیں گے مدینے کے عربوں کو دیں گے تاکہ اللہ کا گھر محفوظ ہے۔ یہاں کی مسجدوں کو ویران چھوڑ دیں۔ دیکھئے جائیں گے تاکہ مسجد اعظم کی رونق اور ہیبت میں فرق نہ پڑنے پائے۔"

اسد ملتانی مرحوم کا شعر ہے:۔

وجود ہی نہیں رہ سکتا ایسی ملت کا
جو اپنے مرکز اصل سے انحراف کرے

آج بھی مسلمانوں کی سلطنتیں اگر مرکز کی اہمیت کو سمجھ لیں تو ان کی قوت کہیں سے کہیں پہنچ سکتی ہے لیکن جہاں جہاں مسلمانوں کی شاہیں کی شاہی نظر پڑ رہی ہے تو ان مسلمانوں کی قوت گھٹتی جاتی ہے اور مسلمان منتشر ہوتے جائیں گے۔ مسلمانوں سے دن رات کہا جاتا ہے کہ اپنے نام ہی سے پہچانے جاتے ہیں کہ امراء و غریب کا امتیاز بھول جاؤ اور بجمعے سے کھوا کر کھڑے ہو ایک دوسرے کے درمیان خلا نہ چھوڑو۔ صفیں سیدھی رکھو اور سیسہ پلائی دیوار بن جاؤ۔ حج کا لباس ایک ہے اس واحد لباس کے پہنے بغیر حج نہیں ہو سکتا۔ نماز، حج اور احرام سے بڑھ کر اور کون سے ثبوت چاہئیں جن سے عقل کہے کہ اللہ مسلمانوں کو متحد الوضع اور متحد العمل دیکھنا چاہتا ہے۔ قرآنی احکام اس قسم کے ہیں کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو اور جو جماعت صلح پر آمادہ نہ ہو اور دوسری جماعت سے برسرپیکار رہے اسے بزور شمشیر ٹھیک کر دو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کے آگے جھک جائے تو دونوں جماعتوں میں منصفانہ صلح کرا دو۔ گویا جھگڑالو مسلمان بھی اسی سلوک کے مستحق ہیں جو اللہ کی حکومت میں روڑے اٹکانے والے کفار سے کیا جاتا ہے۔

مذہب تیرہ رکھنا ہرگز نہیں سکھاتا جتنا ہم آپ بدلتے ہیں یہ نفسانیت کا کرشمہ ہے۔ نہ جانے مسلمانوں پر مسلمانوں سے اتحاد رکھنا فرض کیا ہے اور متفرق و منتشر ہو کر اور فرقوں میں بٹ کر اتحاد اور یک جہتی کو دینے کو شرک کہا ہے یعنی ناقابل معافی گناہ ارشاد ہے۔ "اے مسلمانو! تم کہیں مشرکوں جیسے نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے دین کو ذاتی خواہشات کی خاطر پس پشت ڈال دیا اور ہوس پرستی میں دین کے پرخچے اڑا دیئے اور گروہ گروہ ہو گئے"۔ آپ شاید کہیں کہ پھر اسلام میں اتنے فرقے کیسے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی تو ہے کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ تو جناب کم از کم مذہبی فرقوں کے متعلق میرا ایمان ہے کہ جب فرقوں سے مذہبی فرقے مراد ہیں۔ ان کے وجود دکھاؤ میں بھی نہیں تھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ سوچنے اور غور کرنے میں اختلاف ہوا کرتا ہے لیکن اختلاف تو رحمت ہے۔ اس اختلاف کو مخالفت کی شکل اہل غرض نے دیدی ہے ورنہ فروعی اختلافات میں مخالفت کا کیا کام اور اصولی اختلافات بہت ہی نہیں۔

خلیفہ ہارون رشید عباسی امام مالکؒ کا متبع اور معتقد تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ فقہ مالکی کی اتباع اور تقلید مملکت پر لازم کر دے حضرت امام مالکؒ نے منع کیا اور فرمایا کہ [illegible] پھر تمہارے حضور [illegible] الحدیث پیش کر دیں [illegible] کہ سو لگ یہ کہ ہم فرقے جنم میں جائیں گے [illegible] شامل ہیں۔ کا مزاج ملیں [illegible] تفرقہ [illegible] خط و کتابت ہی ہوئی ہے اس کی صورت

زبان کا محاورہ ہے جو عربی میں بھی لگتا ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ سوائے ایک کے سو تمام فرقے مستقل طور سے جہنمی ہوں گے۔ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ نے امام غزالیؒ کا بیان نقل کیا ہے کہ تفرقہ جنہیں کے ساتھ امتیازی سلوک ہوگا کہ ان کا اعادہ فی العذاب بھی نہیں دیا جائے گا۔ برخلاف اس کے باقی فرقے عذاب بھگت بھگت کر جنت میں پہنچیں گے جنت سے محروم کسی فرقے کا مسلمان نہیں ہوگا۔

آج ہر فرقہ صرف اپنے مسلک کو ناجی اور جنتی سمجھتا ہے اور باقیوں کو جہنمی بتا رہا ہے۔ لیکن صحابہ کرام نے آپس میں اختلاف رکھنے والے صحابہ کو جہنمی نہیں کہا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تو فرماتے ہیں کہ۔ صحابہ اختلاف نہ کرتے تو دین میں وسعت پیدا نہ ہوتی مسائل کی شدید دشواریوں کا حل دین میں سے نکال لیا ہے [illegible] نیز جمہور سلف کے نزدیک بقول شاہ ولی اللہ کہ جنتی فرقے سے مراد کوئی واحد فرقہ نہیں ہے بلکہ واحد ذہنیت ہے یہ ذہنیت کسی ایک فرقے کی ہے تو وہ ناجی ہوگا اور یہ ذہنیت متفرق لوگوں کی ہر گروہ ناجی ہونگے۔ افراد اس فرقے کے ہوں یا اس فرقے کے انہیں ناجی قرار دیا جائیگا۔ وہ ذہنیت کیا ہے؟ یہ کہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو گناہ عظیم جانتا ہو اور جس فرقے کو نفسانیت نفسانیت سے اختیار نہ کرے اور اللہ کی خوشنودی کا ہر وقت خیال رکھے اور اللہ سے صراط مستقیم پر چلانے کا دل سے طلبگار رہے۔

امام غزالیؒ نے خود کی ایسی ہدایت سے جیسا کہ ہر مسلمان اس جماعت کے ساتھ جو حق پر ہو، بہو، نظریات اور معاملات بھی پر کرنے کیلئے امام غزالیؒ لکھتے ہیں ۔۔۔ باطل فرقوں کی نمایاں علامت بغض ہے۔۔۔ جو افتراق کو ہوا دے اور قوم کے شیرازہ کو بکھیرے وہ ازل باطل ہے اور جو اس فرقے کا اختلاف کو امت سے اتفاق ہو اور قوم کا شیرازہ نہ بکھرے وہ ازل حق ہے۔

اسلام میں جتنے فرقے بن چکے ہیں انہیں ختم نہیں کیا جا سکتا اور ان کا مٹانا ضروری ہے۔ لہٰذا تمام فرقوں کو نظر انداز کیا جائے اور تمام فرقوں کو مکاتب خیال SCHOOLS OF THOUGHT تصور کرنا چاہئے کوئی فرقہ دوسرے فرقے سے بغض ہرگز نہ رکھے کیونکہ [illegible] اور بھائیوں کی طرح ہیں۔

قسط ثانی

تحریک آزادی میں مسلمانوں کا حصہ

برصغیر پر مسلمانوں کے حملوں نے ہندوؤں کی کمزوری کا پردہ فاش کر دیا

دہلی علماء، اولیاء، شعراء اور سپہ سالاروں کا مرجع بن گئی

پائیدار سلطنت قائم کرنے کا مسئلہ مغلوں کے لئے دردِ سر بنا رہا

(حبیب اللہ ملک)

برصغیر پاکستان و ہند میں جب مسلمانوں کو حکومت کے قیام کا مسئلہ درپیش ہوا تو اس وقت عربوں کی تہذیب کا سورج نصف النہار پر تھا۔ جو مسلمان یہاں آئے ان کے سینے دینی جوش سے معمور تھے۔ جیسے محمد بن قاسم اور اس کی فوج کے سپاہی جو یہاں آئے تھے۔ ایسے سبب یہاں مسلم حکومتوں کے قیام کا جو مسئلہ آیا ان کی بنیادی ضرورت سیاسی نوعیت کی تھی، دیگر مذہبی اور تہذیبی نوعیت کی۔ نہ وہ مبلغ تھے نہ وہ صوفی بن کر پھیلنے کے خواہاں تھے۔ البتہ تلوار کے دھنی ضرور تھے۔ اس لئے ان کی حکومتوں کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ اپنی پائیداری اور استحکام کا مسئلہ تھا۔

۱۔ سندھ اور مغربی ہند کے ساحل پر واقع علاقوں کی نوعیت البتہ مختلف رہی ہے۔ اس لئے کہ بعض مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ ہندوستان کے ساحلی علاقوں پر عربوں کے بحری حملے حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہی شروع ہو گئے تھے۔ اس سے یقین ممکن ہے کہ سورت وغیرہ کے علاقوں میں اسلامی عقائد کی خوشبو کا آنا بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ سندھ پر محمد بن قاسم کے حملے اور فتح نے ہندوستان پر کوئی اثر نہیں چھوڑا۔ اس لئے کہ اس فتح نے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں نہ لیا تھا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے عسکری اور ثقافتی برتری کی [illegible] ان پر فوقیت حاصل کر لی تو یہ برصغیر کے تقدیر کا فیصلہ کرنے کی مجاز نہیں ہو سکتی۔ اس دوسری حقیقت کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتی۔

کی خوبیوں سے بالکل ناواقف تھے۔ ایسے زمانے میں دین حنیف کی سچائیاں صداقت نور کی طرح اور زندگی کے ہر شعبے میں وہ اسلامی رنگ جسے آجکل کلچر کہتے ہیں، بالکل نہ رنگ سا تھا۔ یہ اسلام بھی ایسے وقت میں لائے، جب خود اسلامی مرکز حجاز، عراق، شام میں انحطاط کا آغاز ہو چکا تھا اور عباسی خلافت ترکوں کے ہاتھوں میں کھلونا

طریقے سے پیچیدہ تھا۔ اور اس نے ہندوستان کے مذہب میں بغیر کسی تصادم اور اختلاف کے اپنی جگہ حاصل کر لی تھی، لیکن اب اسے طریقے نے ایک نیا ردعمل پیدا کر دیا۔

محمود کی حکومت پنجاب تک محدود رہی۔ لیکن اس محدود حکومت کے استحکام کے لئے بھی اس کو سیاسی اقدام کرنے پڑے اور وہ یہ تھے کہ یہاں

پر بیٹھا۔ اس کو دوام نہیں ملا۔ کیونکہ اس دور میں کبھی کسی حد تک بلے ہوتے تھے۔ [illegible] پاس بیٹھے اور کوئی ایک خاندان پائیدار حکومت قائم کرنے کا موجب نہیں بنا۔ کسی ایک خاندان کو پچاس تیس برس سے زیادہ حکومت کرنے کا موقع نہیں ملا تھا اور اس دوران میں بھی اس کو ملکی معاملات نے امن اور سکون نصیب نہیں ہونے دیا۔ کو وہ فیصلہ کرنے کہ اس ملک میں سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ کسی قسم کا نظام حکومت وجود میں لایا جائے۔ اس زمانے میں اسلام کی تعلیمات یہاں کافی زور دار سے پھیلیں اور اس کے سب سے قریب تر ہندو فلسفے پر بھی اثر انداز ہوئیں لیکن یہ زمانہ ہے جب ہندو فلسفے اور طور طریقے نے مسلمانوں اور ان کی تعلیمات کو بھی متاثر کیا۔

مسلم حملہ آور جب ہندوستان میں وارد ہوئے تو اسلامی سلطنتوں کا شباب ڈھل رہا تھا۔ ان کے عروج کا دور گزر چکا تھا۔ یہ سلطنتیں برائے نام رہ گئی تھیں۔ اور جو رہ گئی تھیں، وہ مجموعہ ساز شوں کا شکار ہو چکی تھیں جو جیسا کہ مختلف فرقوں اور گروہوں سے دو چار ہو کے ایک فیصلہ کن اور موثر طاقت نہیں رہ جاتا تھا۔

بن گئی تھی۔ سپہ سالار اکثر ترک غلام تھے۔ جن کے دلوں میں اسلام کے تقاضوں سے بہت کم آشنائی تھی۔ فوج کے سپاہی اور عہدوں کے لئے ہی آگے تھے۔ ان کے دلوں میں جہاد اور عقیدت کی تڑپ نہ تھی، ان کے ساتھ سازوں میں محض زیادتی کی [illegible] جذبہ تھا۔ وہ جبری طور سے سب سے پہلا وحشی ہجرت حملہ آور جرنیل محمود غزنوی تھا اور اس کی سپاہ کا یہ حال تھا کہ اکثر نو مسلم تھے۔ یہی نہیں بلکہ اس کی فوج میں ہندو سپاہی بھی تھے۔

ان حملوں کے اثرات

محمود غزنوی کے حملوں کا سلسلہ ہندوستان کی تاریخ میں بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ان

کی آبادی اور اس کے باشندوں کو ما نوس کیا جائے۔ اس کی ثقافت اور مذہبیت کو دور کیا جائے۔ چنانچہ ان باشندوں کے طور طریقوں اور زندگی کے عام خیالات میں مداخلت کم سے کم کی گئی۔ ہندوؤں کو ملکی اور انتظامی عہدوں پر فائز کیا گیا۔

ہندوستان میں مسلمان بادشاہوں نے جیسے جیسے اپنی حکومتیں مضبوط کیں، ان کے سامنے یہ مسئلہ ہمیشہ رہا کہ وہ کس طریقے سے اپنی حکومت کو مستحکم اور پائیدار کیا جائے۔ لیکن ہندوستان میں جس وقت مسلمانوں کی سلطنت ابھر رہی تھی، وہ تیرھویں صدی کا نصف اول تھا۔ لیکن جب چودھویں صدی میں اس کا عروج ہوا تو مسلمانوں کے تنزل کی ابتدا تھی۔ مشرقی ممالک میں چاروں طرف انتشار، ترک اور تاتار کا دور دورہ تھا۔ مختلف فتنے ابھر رہے تھے۔ سازشیں جنم لے رہی تھیں۔ باطنی فرقے کی منظم سازشوں نے مسلمانوں کی سیاسی اور مذہبی زندگی کو بالکل کھوکھلا کر کے رکھ دیا تھا۔ ایسے زمانے میں ہندوستان کی سطح پر دہلی کی سلطنت کا ابھرنا تھا کہ مسلمانوں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ ہمیشہ روشن ہو گئے۔ ان کے مستقبل پر پھر سے امید پیدا ہو گئی۔ انہیں ایک امن کا گوشہ ایک پناہ کی جگہ نظر آنے لگی۔ علماء اولیاء اللہ، سپہ سالار اور شاعر جوق در جوق اس طرف کھنچ کر آنے لگے اور دہلی عالم اسلام کے ایک اہم مرکز کی حیثیت سے ایک خاص مقام حاصل کر گئی۔ لیکن اس پس منظر میں جو بھی بادشاہ تخت

نیا فلسفہ

اس عمل اور ردعمل کے متعلق دو مکاتیب خیال ہیں۔ ایک تو ہندوستان کے مختلف مذاہب اور طور طریقوں کو جو اسلام پر اثر انداز ہوئے اور یہاں کے مسلمانوں نے جو اثرات قبول کئے اور اس

پائیدار حکومت کے قیام کے لئے مسلم بادشاہ شروع ہی سے یہ سوچتے رہے کہ کس طریقے سے شہریت کے باشندوں کا تعاون حاصل کیا جائے۔ کیا پیار اور محبت سے تہذیب و مذہب کو یکجا جوڑ دو اور ایک دوسرے کے اثرات قبول کر کے یا پھر اپنے مفتوحہ کو پر تشدد سوار شمشیر سے زیر حکومت رکھا جائے۔

تیموریت کے بعد جو تہذیب ابھری، اس کو بعض لوگ نفرت سے دیکھتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے اس خلط ملط اور ایک دوسرے کو قریب لانے کی کوشش کو خوش آمدید کہا اور اس کی تبلیغ کی۔ دوسرا مکتب خیال ہندو دھرم کا مذہب اور ان کا مسلمانوں کی زندگی پر جو اثر مرتب ہوا ہے۔ اس کا زبردست مخالف ہے اور وہ اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کی انفرادیت برقرار رکھنے کی کوششوں میں

جس کا ترجمہ درج کی گئی ہیں غزنوی اور ان کے اثر کرنے سے بڑھا۔ اس لئے اور دینی عبادت کی صورت پر کسی [illegible] اور دوسرے دیگر۔

اپنے الٰہی مشاعر و احساسات کو زندہ اور بے کی اصل اہمیت سیاسی اثرات میں نہیں دیکھ لینے کی کوشش کرنے کے لئے ہم سمجھتے ہیں کہ ہم منتخب عوام ہیں ہندوستان کی کمزوری تک نہیں پہنچ سکے لیکن اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ چاہئے جہاں [illegible] کرم اپنے الٰہی مشاعر آزادی موجوں کے بچیڑوں سے بچا کر رکھے ضرور [illegible] کے نفس کے باقاعدہ ریاضت سے غافل نہیں [illegible]

لیکن یہ دوسرے لوگ تو نہ ان کو اس مجاہدہ کا دعویٰ ہے عالم یہ ہے کہ ہندوستان میں بھی گروہ تو جتنی اس بات پر راضی ہیں کہ مادی منفعت اپنا حق ہیں ایک نئے کی خواہش ہی کی مثل اس اور زہر کے ساتھ انہیں اپنی آغوش میں لے، روح کے عنصر ہی نے مسلمانی مذکورہ بالا تقریب سے آپ ان کے اور ہمارے درمیان فکری اختلاف کے اصل سبب کو سمجھ چکے ہوں گے۔

ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف یہیں سے شروع ہوتا ہے چنانچہ یہ لوگ ایک نہایت ہی روحانی پستی کے عالم میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ مادی تہذیب ان کے

بقیہ صفحہ [تحریک آزادی]

[illegible] اسلام [illegible] ہندوستان [illegible] مسلمانوں [illegible] تعلیمات [illegible] ہندو [illegible] اسلام [illegible] مذہب [illegible] تعلیمات [illegible] مذہب [illegible] اسلام [illegible] ہندوستان میں اسلام [illegible] مسلمان [illegible] ہندو مسلمانوں کے [illegible] مذہب [illegible] اسلام [illegible] ہندوستان [illegible]

کے اثرات کے خلاف محاذ قائم ہو گیا ہے۔ [illegible] ہمیشہ ایک [illegible] یا کسی خاص نظریہ کی برتری کے نعرے کے نام پر [illegible] اقتدار کو مضبوط کرنے کی کوشش میں سرگرداں رہتا ہے۔ [illegible] کسی [illegible] ہے۔ [illegible] کے خلاف [illegible] کوئی [illegible] کی کشمکش [illegible] ہے۔ [illegible] پیچھے سے جانے والے گروہ کو [illegible] کامیابی [illegible] ہوتی ہے [illegible] ہندوستان میں بھی [illegible] سے چلا آ رہا ہے۔

سلطنت کے تقاضے

ہندوستان جیسے ملک پر سلطنت کا دوام [illegible] بابر کو اسی لئے ہمایوں کو وصیت کرنی پڑی۔

فرزند من! ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ بستے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے کہ اس نے تمہیں اس ملک کا بادشاہ بنایا ہے۔ اپنی بادشاہی میں تم کو ذیل کی باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔

۱۔ تم مذہبی تعصب کو اپنے دل میں ہرگز جگہ نہ دو اور لوگوں کے مذہبی رسوم کا خیال رکھتے ہوئے [illegible] رعایت کے [illegible] سب لوگوں کے ساتھ پورا انصاف کرو۔

۲۔ گاؤکشی سے بالخصوص پرہیز کرو تاکہ اس سے تمہیں لوگوں کے دلوں میں جگہ مل جائے اور اس طرح [illegible] مطیع ہو جائیں۔

۳۔ تمہیں کسی قوم کی عبادت گاہ مسمار نہیں کرنی چاہیئے اور ہمیشہ سب سے پورا انصاف کرنا چاہیئے تاکہ بادشاہ اور رعیت کے تعلقات دوستانہ ہوں اور ملک میں امن و امان رہے۔

۴۔ اسلام کی اشاعت ظلم و ستم کی تلوار کے مقابلے میں لطف و احسان کی تلوار سے بہتر ہو سکے گی۔

۵۔ شیعوں سنیوں کے اختلافات کو ہمیشہ نظر انداز کرتے رہو کیونکہ اس سے اسلام کمزور ہو جائے گا۔

۶۔ اپنی رعیت کی مختلف خصوصیات کو سال کے مختلف موسم سمجھو تاکہ حکومت بیماریوں اور ضعف سے محفوظ رہ سکے۔

یہ وصیت اس بادشاہ کی [illegible] تھی جس نے ہندوستان میں ایک [illegible] بنیاد رکھی [illegible] کوششوں میں [illegible] حکومت نہیں کی [illegible]

اس کے بعد ان میں بھی اس سلسلہ [illegible] ایک دور [illegible] شمشیر [illegible] تہذیب [illegible] اکبر [illegible] تہذیب کی برتری [illegible] طریقہ [illegible] اور طریق حکومت میں [illegible] ہم آہنگی برقرار رکھنا ایک طریقہ [illegible] اکبر [illegible] اور [illegible] کے فلسفے کو [illegible] لیکن [illegible] اورنگ زیب عالمگیر کو [illegible] آگے بڑھایا۔

بقیہ صفحہ اتحاد اسلامی کی ضرورت

زکوٰۃ امیر ملت کو دو جو اسے ساری ملت کی فلاح و بہبود پر خرچ کرے۔

رمضان المبارک کے روزے [illegible] اوقات میں [illegible] مگر افسوس ان تاکیدوں کی طرف مسلمان دھیان نہیں دیتے۔

حرم پاک بھی [illegible] ایک کیا بڑی بات تھی [illegible]

مدینہ یونیورسٹی مدینہ منورہ کے فاضل استاذ

مولانا عبدالغفار حسن مدظلہ

مدینہ منورہ سے مختصر مدت کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔

لائلپور میں آپ مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۶۸ء مطابق

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

خطبہ جمعۃ المبارک

مسجد منشی محلہ میں ارشاد فرمائیں گے۔ آپ کے خطبہ کا عنوان

"قرآن اور امت مسلمہ" ہوگا۔

خطبہ جمعہ ٹھیک ایک بجے شروع ہوگا۔

اسی روز مولانا ممدوح بعد نماز مغرب

جامعہ تعلیمات اسلامیہ جناح کالونی نزد جامع مسجد میں

ماہوار "قرآنی لیکچروں" کے سلسلے میں

"عالم اسلام کے مسائل اور ان کا قرآنی حل" کے عنوان پر خطاب فرمائیں گے۔

دینی ذوق رکھنے والے حضرات سے استدعا ہے کہ مسجد منشی محلہ میں خطبہ جمعہ، اور بعد نماز مغرب خطاب جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں تشریف لا کر ممنون فرمائیں۔

عبدالرحیم اشرف ناظم ادارہ تعلیمات اسلامیہ۔ لائل پور

محکمہ تعمیرات صحت عامہ مغربی پاکستان سے

ٹنڈر نوٹس

زیر دستخطی کو پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ کے منظور شدہ ٹھیکیداران سے جنہوں نے مالی سال ... کی ٹھیکیداری ... تجدید کرا لیا ہو ... کے لئے سربمہر پیشگی ... ٹنڈر مطلوب ہیں۔ ... مورخہ ۸ اگست ... بجے تک وصول کئے جائیں گے اور اسی تاریخ کو اسی وقت ٹھیکیداران حضرات یا ان کے نامزد ایجنٹوں کی موجودگی میں جو اس وقت موجود ہوں گے کھولے جائیں گے۔

شرائط: [illegible]

[illegible]

نوٹ: [illegible]

نام کام	رقم تخمینہ	زر ضمانت	میعاد
(۱) سرگودھا سیوریج سکیم ...	[illegible]	۵۰۰۰/-	(۶ ماہ)
(۲) [illegible]	[illegible]	۲۸۰۰/-	(۴ ماہ)

محمد تقی شاہد
مہتمم سرگودھا ڈویژن پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ

(عبدالرحیم اشرف ایڈیٹر و پبلشر نے پاکستان الیکٹرک پریس لائل پور سے چھپوا کر دفتر المنبر جناح کالونی لائل پور سے شائع کیا)